ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
قربانی کی ترغیب
۱۱ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ
۲۸ فروری ۱۹۶۹ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ، وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، اَحَاسِنَکُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ، وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ، وَالْمُتَفَیْھِقُوْنَ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُہٗ فِیْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب اور مجھ کو تم میں سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص حضرات ہوں گے جن کے تم میں سے اخلاق بہت اچھے ہونگے اور مجھ کو مبغوض اور دور قیامت کے روز تم میں سے وہ حضرات ہوں گے۔ جو زیادہ کلام کرنے والے اور اپنی گفتگو میں سختی پیدا کرنے والے اور وہ حضرات جو تکبر کے ساتھ باتیں کرنے والے ہوں گے ترمذی نے اس کو نقل کیا اور کہا۔ کہ حدیث حسن ہے، اور اس کی شرح "باب حسن خلق" میں گزر چکی۔

ف۔ مخاطب کو جو بات سمجھانی ہو اس کو صفائی اور سہولت کے ساتھ کہا جائے بلکہ اس کو دہرا کر کہا جائے کہ مخاطب اچھی طرح سمجھ جائے، اسی غرض سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ اس کا اعادہ فرماتے تھے۔ اور گفتگو اتنی جلدی جلدی نہیں کرتے تھے کہ مخاطب ہر لفظ کے مفہوم کو اپنی گرفت میں نہ لا سکے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ، وَلٰکِنْ لِیَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنٰی خَبُثَتْ غَثَیَتْ، وَھُوَ مَعْنٰی "لَقِسَتْ" وَلٰکِنْ کَرِہَ لَفْظَ الْخُبْثِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص خبثت نفسی نہ کہے بلکہ "لقست نفسی" کہے۔ (بخاری ومسلم)

علماء نے بیان کیا ہے۔ کہ خبثت کے معنے خراب ہونے کے ہیں اور یہی معنی "لقست" کے ہیں لیکن لفظ خبثت کہنا مکروہ ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تُبَاشِرِ الْمَرْاَۃُ الْمَرْاَۃَ فَتَصِفَھَا لِزَوْجِھَا کَاَنَّہٗ یَنْظُرُ اِلَیْھَا"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی عورت اپنے برہنہ جسم کو کسی عورت کے برہنہ جسم کے ساتھ نہ لگائے۔ اور پھر اس عورت کی جسمانی خوبیاں اپنے شوہر سے بیان کرے کہ گویا وہ اس عورت کو دیکھ رہا ہے (بخاری ومسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ لِیَعْزِمِ الْمَسْاَلَۃَ فَاِنَّہٗ لَا مُکْرِہَ لَہٗ"، وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ "وَلٰکِنْ لِیَعْزِمْ وَلْیُعَظِّمِ الرَّغْبَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَتَعَاظَمُہٗ شَیْءٌ اَعْطَاہُ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جب تم میں سے کوئی دعا مانگے) تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اے اللہ مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے بلکہ دعا میں پختگی کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے، کہ پورے یقین کے ساتھ دعا مانگے اور پوری رغبت کے ساتھ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ دینا اس پر کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب نماز کی اقامت (تکبیر) کہہ دی جائے، تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے (مسلم)

ف۔ سنت فجر کی تاکید میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ اگر تم کو گھوڑے بھی روند ڈالیں تب بھی ان کو نہ چھوڑو۔ اس لئے امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر صبح کی سنتیں پڑھنے میں فجر کی نماز کی ایک رکعت بھی مل جائے۔ تو بھی سنتوں کو نہ چھوڑے، تاکہ جماعت اور سنت دونوں کے ثواب سے سرفراز ہو جائے (واللہ اعلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَخُصُّوْا لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ بِقِیَامٍ مِنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ، وَلَا تَخُصُّوْا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِصِیَامٍ مِنْ بَیْنِ الْاَیَّامِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ فِیْ صَوْمٍ یَصُوْمُہٗ اَحَدُکُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ راتوں میں جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو اور دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کے لئے خاص نہ کرو مگر ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تمہارے روزے کا دن جمعہ کو پڑ جائے (یعنی آدمی ایک روزہ ہمیشہ سے رکھتا ہے۔ قدرتاً وہ روزہ جمعہ کے روز آجائے (مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

ٹیلیفون نمبر: ۶۷۵۴۵

شمارہ ۴۳	۱۱ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۶۹ء	جلد ۱۴

صدر ایوب کا اعلان

اور

عوامی رہنماؤں کا امتحان

صدر ایوب نے جمعہ کی نشری تقریر میں آئندہ صدارتی انتخاب میں حصہ نہ لینے کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے اس فیصلہ کو قطعی اور غیر متبدل بتایا ہے —— ہمارے نزدیک صدر کا یہ فیصلہ ہر اعتبار سے مدبرانہ و دانشمندانہ اور ملت پاکستانیہ کے متفقہ مطالبہ کی فتح کا مظہر ہے اور اس سے مستقبل کے حکمرانوں کیلئے تنبیہہ کا یہ واضح پہلو نکلتا ہے کہ اُن میں سے کسی حکمران کو آئندہ یہ جرأت نہ ہونی چاہیئے کہ وہ شخصی حکومت کا خواب دیکھے اور اصولوں اور ضابطوں سے زیادہ اپنی شخصیت کا احترام کرائے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صدر نے اس ہوشمندانہ اور عاقلانہ اقدام سے گیند اپوزیشن کے کلب میں بھیج دی ہے اور ان کو بہت بڑی آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد جمہوری مجلس عمل، آزاد رہنماؤں اور پوری قوم پر عظیم ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ اور اس لئے ہر فرد کو ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار رہنا چاہیئے —— عوامی حاکمیت کا جھنڈا بلاشبہ بلند ہو چکا ہے اور عوامی تحریک انقلاب کی ایک منزل سر کر چکی ہے، لیکن عوامی رہنماؤں کا امتحان اب شروع ہوا ہے۔ اور انہیں یہ بات ہرگز نہ بھولنی چاہیئے کہ جو عوام صدر ایوب جیسے مضبوط حکمران کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں وہ اُن رہنماؤں کو بھی حرف غلط کی طرح مٹا دینے پر قادر ہوں گے جو عوام کے بنیادی مطالبات اور ملی مقاصد سے انحراف کریں گے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ہم تاریخ کے انتہائی اہم موڑ سے گذر رہے ہیں۔ ملک میں جو افراتفری کا دور دورہ ہے، رشوت ستانی، نوکر شاہی، خویش پروری اور معاشی بے چینی شباب پر ہے۔ نظم و نسق میں سنگین بدعنوانیاں پائی جاتی ہیں، سرکاری افسروں کی دھاندلیاں شمار نہیں کی جا سکتیں۔ روحانی اور اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں اور سماجی انصاف نام کو بھی میسر نہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کیا جائے جو ان برائیوں کا قلع قمع کر سکے اور ملک کے عوام کو سماجی انصاف اور حقیقی خوشی اور شادمانی سے ہمکنار کر سکے۔

رہ گیا گول میز کانفرنس کا تعلق تو ہماری رائے میں اس کا منعقد ہونا اتنا اہم نہیں جتنا ضروری یہ ہے کہ عوام کے جمہوری مطالبات پورے ہو جائیں، ان کے معاشی مسائل حل ہو جائیں، اور وہ روحانی اور اخلاقی انقلاب رُونما ہو جائے جس کے لئے قوم نے قیام پاکستان کی تحریک سے وابستہ ہو کر زبردست قربانیاں دی تھیں —— پس ہمیں خوب اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ یہ وقت مستقبل کے لئے قومی منصوبے طے کرنے کا ہے، قومی اتحاد اور ذمہ داری کے احساس کا ہے اور قوم کو صراط مستقیم پر چلانے کا ہے —— اس کے برعکس کوئی شخص اگر یہ سمجھتا ہے کہ بات چیت یا آئینی تبدیلیوں کے بعد کچھ اور لوگ اقتدار میں شریک ہو جائیں لیکن بدعنوانیوں، معاشی ناانصافیوں اور روحانی و اخلاقی اقدار سے محرومیوں کا سلسلہ بدستور جاری رہے تو اس کا دماغ خراب ہے اور ایسے شخص کی جگہ فقط پاگل خانہ ہے۔ اہل پاکستان اس سے کبھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی وطن عزیز کے مستقبل کو اس طرح محفوظ کیا جا سکے گا۔ قوم کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ آئندہ نہ تو طاقت کے مظاہرہ سے مرعوب ہو گی، نہ اسے کسمپرسی کے عالم پر قانع کیا جا سکے گا اور نہ ہی اسے آزادی و انصاف سے محروم رکھا جا سکے گا۔

پس رہنمایان قوم کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی تمامتر توجہات ان مسائل کے حل پر مذکور کر دیں اور قوم کے سامنے ایک ایسا نسخۂ شفا پیش کریں جو موجودہ تمام مشکلات کا مکمل علاج ہو اور آنے والی نسلیں بھی اس سے پوری طرح فیضیاب ہو سکیں —— اور یہ مجرب نسخۂ شفا حکیم کائنات فخر موجودات ہادئ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطب ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

نماز عید الاضحیٰ

۸ بجے صبح بیرون کشمیری اور مستی دروازہ کے درمیانی باغ میں ادا کی جائیگی نماز عید قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور پڑھائیں گے مسلمانان لاہور وقت کا خاص خیال رکھیں اور نماز میں جوق در جوق شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں ——

لاؤڈ سپیکر اور مستورات کے لئے پردہ کا باقاعدہ انتظام ہوگا۔ بارش کی صورت میں نماز عید الاضحیٰ مسجد شیرانوالہ میں پڑھائی جائے گی۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

مجلسِ ذکر

۱۸ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۶۹ء

ہمارا جینا مرنا اسلام ہی کیلئے ہے

از: حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْآ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ (پ ا س البقرہ ع ۶ - آیت ۵۷)

ترجمہ: اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

شکرِ نعمت سب سے پہلے تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ حکم یہی ہے کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝ (پ ۱۳ س ابراہیم ع ۲ - آیت ۷) اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں میری نعمتوں کا شکر ادا کروگے تو اور بھی بڑھا کے دوں گا۔ کفرانِ نعمت ہوگا تو اللہ تعالےٰ حق رکھتے ہیں کہ وہ اپنی سابقہ نعمتوں کو بھی چھین لیں۔ پھر ہر چیز کا شکر اس کی حسبِ حیثیت ہی ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ نے آپ کو صحت دی، تندرستی دی، اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ علماء حق سے وابستگی کی توفیق دی۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ نماز سے غفلت نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی یاد کریں اور عبادت سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔ اللہ تعالےٰ کا شکریہ فرضی اور نفلی عبادات سے ادا کریں۔ سو خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے آپ کو فرائض کے ساتھ ساتھ تطوّعات یعنی ذکر اذکار کی بھی توفیق دی۔ قادری سلسلہ میں جو حلقۂ ذکر ہے یعنی باہمی مل جل کر باجماعت ذکر کرنا۔ یہ کوئی فرض واجب تو نہیں لیکن بہرحال جتنا گڑ اُتنا میٹھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض نہیں تھا کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر پاؤں کو متورّم کر ڈالیں۔ بے شک اخیر رات کو آپؐ کے لئے اٹھنا ضروری قرار دیا—

یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے، اخص خواص کے لئے تو ضروری ہو گیا۔ دیگر صلحائے امت کریں تو بہتر نہ کریں تو باز پرس نہیں۔ لیکن فرائض پنجگانہ ؟ ان میں سے تو کوئی بھی معاف نہیں۔ یعنی لولا، لنگڑا، بیمار، مسافر، بس عقل اور ہوش ہو اور تندرستی ہو، بلوغ ہو، اس کے بعد یہ کسی قیمت پہ معاف نہیں، میدانِ جنگ میں نماز معاف نہیں۔ لیکن جو مسلمان چین سے زندگی گذارتے ہیں، اللہ کا رزق دبا دبا کے کھاتے ہیں، اور راحت و آرام کے اسباب جتنے بھی ہیں اُن سے استفادہ کریں۔ اور پھر ذکرِ الٰہی یا فرض عبادت نہ کریں تو کس قدر نافرمانی اور بدقسمتی کی بات ہے۔ تو کیوں نہ اللہ تعالےٰ انہیں سزا دیں ؟ یہی آج کا موضوع ہے۔ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْآ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ اللہ تعالےٰ کسی پر ظلم نہیں کرتے، کسی پر زیادتی نہیں کرتے۔ لیکن انسان اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا چلاتا ہے۔ خود کردہ را علاجے نیست، خود کردہ را چارۂ چیست۔ اب نماز یہ نہ پڑھیں، عبادت اللہ تعالےٰ کی یہ نہ کریں، اس کی نعمتوں کا شکریہ یہ نہ بجا لائیں، پھر یہ بیمار ہوں۔ پھر یہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں، پھر کوئی غم ان کو آ جائے، کوئی ارضی و سماوی آفت ٹوٹ پڑے، پھر چلاتے ہیں، شور مچاتے ہیں، روتے ہیں، اُس وقت خدا یاد آتا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے کہا۔ کہ خوشی میں تم نہ خدا کو بھلاؤ، غمی میں وہ نہ تمہیں نظرانداز کریگا۔ ہم خوشی میں خدا کو یاد نہ کریں، غمی اور دکھ درد کے وقت ناچار پکار اٹھتے ہیں "اوئی اللہ! دیکھئے نا۔ ع

جب رنج دیا بتوں نے تو خدا یاد آیا

جب خوشی کا وقت آتا ہے تو انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔ بس یہ ہی چیز قرآن کہتا ہے۔ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْآ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ خدا نے خلقِ خدا پر کوئی ظلم کا ارادہ نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ اگر ظلم کرتے تو پھر بچتا کون ؟ پھر انسان دنیا کے اندر ایک لمحہ بھی جی سکتا ؟ اس قدر خطائیں، اتنے گناہ، اس قدر نافرمانیاں۔ پھر بھی روٹی پہ روٹی، روزی پہ روزی دئے جا رہا ہے، پھر بھی اللہ تعالےٰ وجاہت دے رہے ہیں، حکومت دے رہے ہیں، سلطنت دے رہے ہیں۔ لیکن فرض ہمارا یہی تھا کہ ہم اپنے خالق کا حق پہچانتے۔

ملکی حالات پر تبصرہ

ذرا خیال کیجئے۔ آپ کا نوکر چاکر کام نہ کرے آپ تنخواہ دیں گے ؟ ذرا سا حکومت کے خلاف آپ کریں، گولیاں چلتی ہیں، کس بے دردی سے مظلوم طلباء ہلاک کئے گئے، کس قدر علماء، وکلا، اور شرفاء بے چارے ظلم کا تختۂ مشق بنے! نمازی بے چارے خواہ مخواہ بیچ میں آ گئے۔ حالانکہ میں تو یہی کہوں گا کہ خود کردہ را علاجے نیست۔ ہم نے غلط لوگوں کو اقتدار سونپا۔ ہم نے ووٹ ان کو دئے، یہ نہ سوچا کہ یہ سچے اسلام دوست ہیں، اسلام پسند ہیں، اس ملک میں اللہ کے دین کے غلبے کے لئے کام کریں گے! یہ روپے پیسے دے کرکے جو ووٹ لے رہے ہیں آپ سے، آگے جاکر پھر انہوں نے روپیہ ہی بنانا ہے۔ دو کے چار، چار کے چھ۔ الیکشن تو آئندہ بھی انہوں نے ہی لڑنا ہے۔ سو یہ ہماری کوتاہی ہے۔ خودکردہ را علاجے نیست ——— یہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانیاں ہم نے کیں جس کی سزا ہمیں ملی۔ اب ہمیں چاہئے کہ آئندہ برادریوں کی بجائے، کسی کی دھونس اور کسی کی طاقت کی بجائے، محلے داری کی بناء پر، یا فلاں راجپوت ہے، فلاں کشمیری ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزوں کو نہ دیکھیں۔

(باقی صـ ۱۶ پر)

۴ ر ذی الحجہ ۱۳۸۸ ھ مطابق ۲۱ ر فروری ۱۹۶۹ ء

معاشرتِ اسلامی کے چند اصول و قوانین

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کیا کرو۔

محترم حضرات! آج کی صحبت میں معاشرتِ اسلامی کے دس ایسے اصول و قوانین بیان کرنا مقصود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر امتِ مسلمہ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اپنے دامن میں سمیٹ سکتی ہے اور جن کی برکت سے معاشرہ اتحاد و اتفاق اور امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

مجھے یقینِ کامل ہے کہ اگر مسلمان ان اخلاق و آداب کو ہر وقت سامنے رکھیں اور انہیں اپنی عملی زندگی میں جاری و ساری کریں تو نہ صرف شخصی و خاندانی جھگڑے ختم ہو جائیں گے بلکہ قومی و ملکی تنازعے جو آپس میں رنج و نفرت کا سبب بن رہے ہیں سب کے سب مٹ جائیں گے اور تمام انسانوں کے دلوں میں باہمی مہر و محبت اور ایک دوسرے کے لئے عزت و احترام کی فضا پیدا ہو جائے گی اور اس طرح ان اخلاقی اصولوں کی پابندی سے دنیا ہی میں بہشت کا ایک سماں بندھ جائے گا۔

عزیزانِ گرامی! سورۃ الحجرات میں اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لئے کچھ آداب معاشرت خود تجویز فرمائے ہیں اور ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کریں۔ یعنی کسی بات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قولاً و فعلاً سبقت نہ کریں بلکہ ہر عمل میں آپ کے تابع رہیں۔ بات کرنے میں پہل نہ کریں، راہ چلنے میں آپ سے قدم نہ بڑھائیں اور کسی کا جواب دینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بول نہ اٹھیں ــــ اور مفسرین حضرات نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھائیں تو پہلے نوالہ آپؐ کو توڑنے دیں، خود ہرگز نہ توڑیں اور آگے بڑھ کر بیٹھنے سے پرہیز کریں۔

ظاہر ہے یہ حکم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تھا۔ لیکن قرآنِ عزیز تا ابد رہنے والی کتاب ہے اور اس کے احکام بھی ہمیشہ باقی رہیں گے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کرنے سے مراد یہ ہو گی کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و فرامین سے تجاوز نہ کیا جائے۔ یعنی قرآن و حدیث کی پیروی کی جائے ــــ پس پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ مسلمان کتاب و سنت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھے۔ اور اسے کسی حال میں بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

دوسرا اصول

قولہٗ تعالیٰ :- اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا۔ یعنی اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی بھی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ کہ خبر صحیح ہے کہ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ سنی سنائی بات پر یقین کر لو اور اس پر کاربند ہو کہ غلط فہمی سے کوئی اقدام کر بیٹھو اور بعد میں پشیمان ہونا پڑے۔

حاصل یہ ہے کہ فاسق کی خبر پر بے سوچے سمجھے یقین نہ کرو بلکہ اسے تحقیق کی کسوٹی پر کس کر پوری طرح پرکھ لو اور سنی سنائی بات پر اعتماد نہ کرو۔

تیسرا اصول

قولہٗ تعالیٰ :- وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا۔

ترجمہ: اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ یا دو شخص آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح صفائی کرا دو ــــ بیچ بچاؤ کرا دو اور کسی کی طرف داری نہ کرو تاکہ مسلمان خانہ جنگی کی آفت سے بچے رہیں۔

چوتھا اصول

قولہٗ تعالیٰ :- یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم پر نہ ہنسے۔

یعنی ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک شخص کو دوسرے شخص سے ہرگز تمسخر نہ کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے تمسخر کرنے والے سے جس پر تمسخر کیا جا رہا ہے بہتر ہو ــــ اسی طرح عورتوں کو دوسری عورتوں سے، مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے تمسخر نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے مسلمان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔

پس مسلمان کو مسلمان پر ہنسنے یا

ٹھٹھا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

پانچواں اصول

قولہ تعالیٰ: وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ

ترجمہ: اور ایک دوسرے کو طعنے نہ دو۔

ہر شخص جانتا ہے کہ طعنہ زنی دل دکھانے والی چیز ہے اور کسی شخص کا دل دکھانے سے آپس میں محبت ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے باہمی بغض و عناد اور فساد کو ہوا ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ناپسند فرمایا اور اس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

چھٹا اصول

قولہ تعالیٰ:۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

ترجمہ: اور ایک دوسرے کے نام نہ دھرو۔

ایک دوسرے کا نام دھرنا اور کسی کو برے الفاظ یا القاب سے یاد کرنا بھی مخلوقِ خدا کی دلآزاری کا باعث بنتا ہے اور اس سے بھی فتنہ و فساد کی آگ بھڑک سکتی ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ سبحانہٗ نے حکم فرما دیا ہے کہ اس بدعادت سے بچو اور کسی شخص کو برے القاب اور چڑانے والے ناموں سے نہ پکارو ——— مثلاً کوئی شخص اگر لنگڑا، اندھا، بھینگا یا گنجا وغیرہ ہے تو اسے ہرگز نہ چڑاؤ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ان ظاہری نقائص کے باوجود باطن میں عنداللہ محبوب ہو۔ اور غیرتِ خداوندی جوش میں آکر تمہارا بیڑہ غرق کر دے ——— علاوہ ازیں اگر وہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی نہ بھی ہو تو پھر بھی اسے برے الفاظ سے پکارنے میں خیر کا کوئی پہلو نہیں ہے —— بلکہ اس سے خرمنِ امن ہی پارہ پارہ ہوگا۔ اور معاشرہ کے لئے مصیبت کا سبب بنے گا۔

ساتواں اصول

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو۔

ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ بعض گمان یقیناً غلط ہوتے ہیں۔ ان سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے کیونکہ بدگمانی فساد کی ایک بہت بڑی جڑ ہے۔ لیکن بعض لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ انہیں ہر بات میں برائی نظر آتی ہے اور وہ ہر کسی سے بدظن رہتے ہیں۔ نتیجتاً ان کی وجہ سے معاشرے میں فتنہ و فساد کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس موذی مرض سے بچائے اور ہر مسلمان کو ظنِ خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آٹھواں اصول

قولہ تعالیٰ:۔ وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔

ترجمہ: اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے۔

پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا اور اس کے عیب گنتا بہت بڑی معاشرتی برائی ہے اور اس سے معاشرہ میں مختلف بدگمانیوں اور سینکڑوں قسم کے مفاسد کی بنیاد پڑتی ہے اور اسی لئے "غیبت" کو زندہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے ——— حدیث شریف میں آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے؟ لوگوں نے عرض کی۔ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اپنے بھائی کی وہ بات کرنی جو اسے بری معلوم ہو —— کسی نے عرض کی۔ اگر وہ بات اس میں موجود ہو؟ تو پھر فرمایا یہی تو غیبت ہے اور اگر وہ بات اس میں نہیں پھر تو بہتان ہے۔

نواں اصول

قولہ تعالیٰ: وَلَا تَجَسَّسُوْا۔

ترجمہ: اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو۔

مقصود یہ ہے کہ کسی کے حالات کی کھود کرید اور بلا وجہ تفتیش نہ کرو۔ کیونکہ اس سے بھی فتنوں کی پرورش ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر بات کی بلاوجہ کھوج لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کے دلوں اور دماغوں میں شکوک و شبہات جنم لیتے رہتے ہیں۔ وہ سوچتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص یہاں کیوں بیٹھتا ہے، کیا باتیں کرتا ہے؟ کہیں ہماری مخالفت تو نہیں کرتا؟ اس میں یہ عیب ہے، فلاں میں یہ بیماری ہے، اور اسی قسم کی باتوں میں لگے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ سخت بری عادت ہے اور اس عادت سے بچنے اور بے مطلب کے تجسس اور عیب جوئی سے پرہیز ہی میں خیریت ہے۔

دسواں اصول

قولہ تعالیٰ: یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تو آپس میں شناخت کے لئے۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

مقصد یہ ہے کہ نسب پر تفاخر اسلام میں مردود ہے اس دینِ خداوندی میں فقط پرہیزگار و تقویٰ شعار اور احکامِ اسلامی کی پابندی کرنے والا ہی اللہ کے ہاں محبوب ہے۔ اس کے نزدیک نیک اعمال اور بھلائیاں ہی مدارِ نجات اور باعثِ مجد و شرف ہیں۔ نسب کی اچھائی یا برائی کو انسان کے شرف و مجد میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی نسب کا تعلق قیامت کے دن کام آئیگا۔

برادرانِ محترم! اسلام کے قانونِ معاشرت کے دس اصول میں نے مشتے از خروارے کے طور پر پیش کئے ہیں۔ اور یقین جانئے کہ اگر مسلمان ان اصولوں پر کاربند ہو جائیں اور انہیں رہنما بنا لیں تو انہیں ان کی برکت سے دنیا و آخرت

امیر جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کا تار

شیخ مجیب الرحمٰن صدر عوامی لیگ ڈھاکہ مشرقی پاکستان کے نام

آپ کی پہلی کامیابی و رہائی پر میں آپ کو جمعیت علماء اسلام کی طرف سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد کرے تاکہ ہم اسلامی خطوط پر پاکستان کی خدمت کر سکیں۔

(مولانا) عبیداللہ انور

امیر جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان لاہور

قربانی کی ترغیب

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ وَرَدَ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالُوْا مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ۔

ترجمہ: ایک بڑی حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان قربانیوں کی کیا اصلیت ہے؟ فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔

اس حدیث کے متعلق یہ مضامین ہیں:-

ا۔ یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے قربانی کی فضیلت میں مضمون مقصود سے پہلے ایک مضمون مناسب اس کے بیان کیا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کریم اور کیسے سخی تھے۔ کہ ہمارے نفع کی کوئی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر بیان کئے نہیں چھوڑی۔ قربانی، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سب احکام اس وقت ہم کو معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ہم کو ان کی کچھ قدر نہیں یعنی جیسی قدر کرنی چاہئے اس درجہ قدر نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمیشہ سے ان باتوں کو باپ دادا سے سنتے چلے آتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو تلاش کے بعد یہ دولت ملی ہو گی ان کی کیا حالت ہوئی ہو گی؟ بھوکے آدمی کو اگر آدھی روٹی بھی مل جاتی ہے تو غنیمت سمجھتا ہے اور اگر معدہ خراب ہو گا تو اس کو پلاؤ زردے کی بھی قدر نہ ہو گی۔ کیونکہ اس کو کھانے کی خواہش ہی نہیں۔ چنانچہ صحابہؓ کے سوالات کے بعد جو جواب عنایت ہوئے ان کو تو بعد طلب کے ملے اور ہم کو مفت مل گئے۔ سو اس حدیث میں بھی ایسا ہی مضمون ہے۔ صحابہؓ کے دل سے اس کی قدر پوچھو تو صحابہؓ کی طرح ہم کو بھی قدر کرنا چاہئے۔ اور یہ مضمون ثواب عذاب کے وہ ہیں کہ کوئی چیز ان سے زیادہ نفع دینے والی نہیں اور باوجود نفع مند ہونے کے اس قدر آسان ہیں کہ کسی قسم کی تنگی ان میں نہیں اور ان کا آسان ہونا یہ خود دلیل ہے ان کے نفع اور ضرورت کی کیونکہ جس چیز کا نفع زیادہ ہوتا ہے وہ بہت آسانی سے حاصل ہو جایا کرتی ہے۔ دیکھو آدمی اور حیوانات کو سب سے زیادہ ضرورت ہوا کی ہوتی ہے۔ اگر ایک منٹ بھی ہوا نہ ہو تو کسی کی زندگی باقی نہ رہے، مگر وہ اس قدر سستی ہے کہ اس کی کچھ قیمت ہی نہیں۔ اس کے بعد پانی کی ضرورت ہے وہ اس قدر سستا نہیں لیکن اور چیزوں کے اعتبار سے سستا ہے۔ اس کے بعد غذا کی ضرورت ہے وہ اس سے زیادہ گراں ہے اور جس چیز کی بالکل ضرورت نہیں وہ نہایت گراں ہے جیسے جواہرات کہ عمر بھر بھی اگر کسی کو نہ ملیں تو کچھ حرج نہیں۔ چنانچہ سینکڑوں آدمی ایسے ہیں کہ وہ جانتے بھی نہیں کہ لعل کیا ہے؟ اور زبرجد کس چیز کا نام ہے۔ اسی طرح جو علم زیادہ کارآمد ہیں وہ نہایت آسانی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ شریعت کے علوم بھی ایسے ہی ہیں کہ نہایت ضروری اور نفع مند ہونے کی وجہ سے نہایت آسان ہیں اور ہر جگہ ان کے بتلانے والے موجود ہیں۔

قرآن شریف کی تعلیم دینے والے سستے کیوں ہیں؟ اور وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے اور یہی بھید ہے کہ قرآن شریف کے تعلیم کرنے والے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور نہایت تھوڑی تنخواہ پر مل جاتے ہیں۔ بخلاف اور علموں کے کہ ان کے سکھانے والے کم ہیں اور بڑی بڑی تنخواہوں پر ملتے ہیں۔ غرض دیکھنے کی چیز نفع ہے نہ کہ اور باتیں۔ مثلاً یہ مضمون چٹ پٹا ہو جیسا کہ اکثر لوگ واعظ میں اسی کو دیکھا کرتے ہیں اور جس کے وعظ میں مزہ دار شعر ہوں تو اسے پسند کرتے ہیں اور اگر کوئی واعظ نرے مسئلے سنا دے تو اس سے بھاگتے ہیں حالانکہ یہ زیادہ نفع مند ہے۔ لیکن ان کو کیا معلوم کہ ہمارے نفع کی کیا چیز ہے؟ حق تعالےٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ایسے مضمون ہم کو بتاتے جو ہمارے کام آنے والے ہیں اور بیکار و غیر ضروری ہم کو نہیں سکھاتے۔ یہ تمام تقریر اس لئے عرض کی گئی کہ جو مضمون اس وقت بیان کیا جائے گا اس کو بے قدر اور معمولی نہ سمجھا جائے۔ حاصل یہ کہ ان فائدہ مند مضمونوں میں سے ایک مضمون یہ بھی ہے جو حق تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو بتایا ہے۔

قربانی کو حضرت ابراہیمؑ کی سنت فرمانا قربانی کی بڑی بھاری فضیلت ہے

حاصل اس کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے متعلق بیان فرما رہے تھے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا، کہ حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) قربانی کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ اس مضمون کو سن کر لوگ کہیں گے کہ قربانی کی اس میں کیا فضیلت ہوئی؟ لیکن سمجھ دار کے لئے یہ بڑی بھاری فضیلت ہے، بلکہ جس قدر فضیلتیں قربانی کی آئی ہیں اس میں سب سے زیادہ فضیلت یہی ہے۔ چنانچہ ابھی آپ کو معلوم ہو جائیگا اب سمجھئے کہ اس لفظ کے بڑھانے سے کیا غرض ہے کہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے صرف یہ کیوں نہ فرما دیا کہ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے، ان کے باپ ہونے کا ذکر کیوں کیا؟ بات یہ ہے کہ شفیق باپ بیٹے کو طرح طرح سے سمجھایا کرتا ہے اور ہر وقت اسی دھن میں رہتا ہے کہ اس کو سمجھانا چاہئے کہ اس پر اثر پڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمارے روحانی باپ ہیں بلکہ باپ سے زیادہ مہربان ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اس طریقہ سے ترغیب دی تاکہ زیادہ اثر ہو۔

انسان کو باپ دادا کے طریقہ سے بہت تعلق ہوتا ہے

کیونکہ انسان کی طبعی بات ہے کہ

اس کو اپنے باپ دادا سے اور ان کے رسم و رواج سے نہایت تعلق ہوتا ہے اور اس رسم کا دل سے نکلنا بہت بھاری ہے۔ چنانچہ جب کفار کو بت پرستی سے روکا جاتا تھا یا آج کل کی رسموں سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے۔ تو بڑا جواب یہ ہوتا ہے کہ صاحب اوپر سے اسی طرح ہوتی آئی ہے — غرض خاندانی بات کی بڑی پچ ہوتی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب دینے کے لئے فرماتے ہیں کہ میاں قربانی تو کوئی باہر کی بات نہیں ہے، یہ تو تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے، یہ تو خاندانی مذہب ہے، اس کو کیوں چھوڑتے ہو؟ دیکھا آپ نے! کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر کس قدر شفقت ہے کہ کس طرح آپؐ ہم کو ترغیب دیتے ہیں تاکہ کسی طرح ان پر اثر ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قربانی کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے

اب سنئے کہ اس حدیث سے قربانی کی بڑی بھاری فضیلت معلوم ہوئی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداتعالی کی خوشنودی کے لئے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ بلکہ جو ان کے کرنے کا کام تھا وہ انہوں نے کر بھی دیا تھا۔ یعنی اپنے بیٹے کے گلے پر چھری پھیر دی تھی کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ نے بجائے ان کے جنت سے ایک مینڈھے کو بھیج دیا۔ جو اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوا لیکن ان کو تو مینڈھے کے ذبح کرنے میں بھی وہی ثواب ملا جو بیٹے کو ذبح کرنے سے ملتا کیونکہ وہ تو اپنی طرف سے بیٹے ہی کو ذبح کر چکے تھے۔ اور بیٹے کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کا بڑا بھاری ثواب ہے۔ کیونکہ شریعت کے قواعد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز کو خدا کی راہ میں خرچ کیا ہے وہ جس قدر پیاری ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ملتا ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ بیٹے سے آدمی کو کس قدر محبت ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے کے ساتھ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے لئے جو آرام چاہتا ہے وہ دوسرے کے لئے ہرگز نہیں چاہتا۔ لیکن بیٹے کے لئے یوں چاہتا ہے کہ ہر طرح کا آرام مجھ سے زیادہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ کام کیا کہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا تو ظاہر ہے کہ اس کا ثواب نہایت ہی عظیم الشان ہوگا بلکہ یوں کہئے کہ بے انتہا ثواب ہوگا۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت فرمایا ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ نے تو بیٹے کے گلے پر چھری پھیری تھی اور قربانی میں جانور ذبح کئے جاتے ہیں پھر قربانی حضرت ابراہیمؑ کی سنت کیسے ہوئی ان کی سنت تو جب ہی ہو سکتی ہے جب کہ قربانی میں ہم کو وہی ثواب ملے جو حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کے ذبح کرنے میں ملا تھا تو چونکہ دونوں کا ثواب ایک درجہ کا تھا اس لئے اس کو حضرت ابراہیمؑ کی سنت فرما دیا گیا۔ گویا یہ فرمایا کہ اے امتِ محمدیہ! تم کو جانور کے ذبح کرنے میں وہی ثواب ملے گا جو ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کرنے میں ملا تھا۔ دیکھئے کس قدر فضیلت قربانی کی اس حدیث سے معلوم ہوئی۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا انعام ہے اور امت محمدیہ پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کیسا کچھ لطف و کرم ہے۔ قربانی کی یہ فضیلت تو ایسی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب بھی نہ ہو تو اس ثواب کے کمانے کے واسطے وہ بھی نہ چوکے اور جس طرح بن پڑے بغیر کئے نہ رہے۔

قربانی کی ترغیب

آخر دنیا کے بہت سے کام بلا ضرورت صرف دل خوش کرنے کے لئے کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اگر تھوڑا سا خرچ کر دوگے تو کیا حرج ہوگا؟ اگر ضرورت پر ہی مدار رکھتے ہو کہ جو کام فرض اور واجب ہیں ہم تو وہی ادا کریں گے اور جو واجب نہیں انہیں بلا ضرورت کیوں کریں۔ تو دنیا کے کاموں میں بھی اس پر عمل کیوں نہیں؟ ضرورت تو اس قدر ہے کہ زندگی باقی رکھنے کے لائق جَو کی روٹی پر بس کرو اور جَو کی روٹی صرف اتنی کھا لیا کرو جس سے زندگی باقی رہے اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچاؤ کے واسطے گاڑھے گزی کا کپڑا مل جائے، پھر یہ پلاؤ زردے اور کوفتے کیوں کھاتے ہو اور ململ و تنزیب و مخمل کیوں پہنتے ہو؟ کیا ٹھکانہ ہے اس بے انصافی کا کہ نفس کے خوش کرنے کو تو غیر ضروری بھی کام کر لیں اور دین کے کاموں میں یہ پوچھتے ہیں کہ صاحب کیا یہ بہت ہی ضروری ہے؟ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر اس کا چھوڑ دینا بہت بڑا گناہ ہو تب تو کر لیں گے ورنہ چھوڑ دیں گے، صاحبو! اعتقاد درست کرنے کے لئے تو بے شک ضرور پوچھو کہ یہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو اس کے لئے ضروری ہونے کا اعتقاد رکھو، اگر ضروری نہ ہو صرف ثواب کی بات ہو تو اس کو غیر ضروری سمجھو کیونکہ ضروری کو ضروری سمجھنا واجب ہے اور غیر ضروری کو غیر ضروری سمجھنا واجب ہے۔ تو اعتقاد درست کرنے کے لئے دریافت کر لو لیکن عمل کرنے کے لئے تو صرف اتنا پوچھ لینا چاہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے خوش ہوتے ہیں تو بلا تامّل چٹ پٹ رغبت سے اس کو کرو۔ بہت لوگ دین کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور نماز روزہ وغیرہ میں مستعد ہیں لیکن روپیہ خرچ کرنے کا جہاں وقت آیا تو حیلے حوالے کرتے ہیں اس پر مجھ کو

ایک حکایت

یاد آئی کہ ایک بدّو کو کسی نے دیکھا کہ نہایت پریشان بدحواس ہے اور رو رہا ہے اور اس کے پاس ہی روٹیوں کا تھیلا بھرا رکھا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ کہا میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تھیلے میں کیا ہے؟ کہنے لگا روٹیاں ہیں اس نے کہا پھر اس کو کیوں نہیں دیتا؟ کہنے لگا کہ مجھے کتے کی اتنی محبت نہیں کہ اس کو روٹی دوں کیونکہ اس کو تو

ایم عبدالسلام لودھیانوی، شیخوپورہ

قربانی اور عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت

حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے سورہ فجر پارہ نمبر ۳۰ میں وَلیالٍ عَشْرٍ (دس راتوں کی قسم) کھائی ہے۔ اور مفسرین حضرات نے ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی دس راتیں یا تاریخیں مراد لی ہیں۔ کیونکہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں۔ جیساکہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں۔ عید قربان کی فجر بڑا حج ہوتا ہے۔ اور اس دس راتیں اس سے پہلے ایک صورت تاکید یہ قسم کی یہ ہے کہ مقسم بہ (جس کی قسم کھائی گئی) سے جواب قسم کی توضیح میں بڑا دخل ہوتا ہے۔

یہ قسمیں معمولی نہیں۔ نہایت معتبر اور مہتمم بالشان ہیں۔ اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لئے ان میں ایک خاص عظمت و قعت پائی جاتی ہے۔

یکم ذی الحجہ سے نویں تک روزے رکھنا مستحب ہے۔ اور ان کی فضیلت یہ ہے۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَہٗ مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْھَا بِصِیَامِ سَنَةٍ وَقِیَامُ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْھَا بِقِیَامِ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (رواہ الترمذی)

(ترجمہ) ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ محبوب کوئی دن نہیں ہیں۔ یہ کہ بندہ ان دنوں میں اس کی عبادت کرے اور ایک دن کے روزے کا ثواب سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کو عبادت کے لئے قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (روایت کیا اس کو امام ترمذی نے:-

۲۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ وَالسَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَہٗ

(ترجمہ) ابی قتادہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کا روزہ ۲ سال یعنی ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بندوں کو آتش سے آزادی دینے کا عرفات سے زیادہ کوئی دن نہیں۔

۳۔ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا سب دنوں سے بہتر عرفہ کا دن ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شیطان کو عرفہ سے زیادہ کوئی ذلیل اور حقیر کرنے والا نہیں اور نہ زیادہ غصہ دلانے والا دن ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس روز وہ خدا کی رحمت اور گناہوں کی معافی کو دیکھتا ہے ــــــ

عرفہ کے دن نویں ذی الحجہ کو نماز فجر سے لے کر تیرھویں ذی الحجہ کی نماز عصر تک روزانہ پانچوں وقت ہر فرض نماز باجماعت کے بعد امام و مقتدی دونوں پر اونچی آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا واجب ہے۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی یاد دلائیں۔ مگر عورتیں تکبیر آہستہ کہیں۔

دسویں، گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ قربانی کا وقت ہے۔ جس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اس پر قربانی بھی واجب ہے۔ اور اگر کوئی غریب جس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ قربانی کردے اس کو بھی بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جس شخص پر قربانی واجب ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی تک حجامت نہ بنوائے اور جب تک قربانی نہ کرے بال اور ناخن بھی نہ کٹوائے اگر حجامت وغیرہ بنوالی تو مکروہ بھی نہیں۔

قربانی امام الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو خدا کے راستہ میں قربان کرنے کی یادگار ہے۔ جو ہر سال خدا کے راستہ میں جان عزیز پر آنے والی ہر مصیبت کو برداشت کرنے کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اور مقام تقویٰ حاصل ہونے کا وعدہ دلاتی ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ان دنوں میں قربانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عمل پسند نہیں یہ کام سب سے بڑھ کر ہے۔ ذبح کرتے وقت قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرتا ہے۔ زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں۔ ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔ سبحان اللہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے"

اس کے بعد ایک دولت مند مالدار جس پر کہ قربانی واجب ہے۔ کیا۔ اس سے زیادہ کمی اور عذابِ الٰہی کا منتظر ہے۔ جب کہ حضورؐ نے اسے مسلمانوں کی عیدگاہ میں آنے کی ممانعت فرما دی ہے۔

قربانی کی حقیقت

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی۔ کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا کے حضور میں پیش کرتا مگر خدا تعالےٰ کی رحمت دیکھئے کہ ان کو یہ گوارا نہ ہوا اس لئے حکم دیا کہ تم جانور کو ذبح کرو ہم یہی سمجھیں گے۔ کہ تم نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو خدا تعالےٰ نے خواب کے ذریعہ بشارت دی کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی پیش کریں۔ اب دیکھئے یہ حکم اول تو اولاد کے بارے میں دیا گیا۔ اور اولاد بھی کیسی؟ اور فرزند بھی نا خلف نہیں بلکہ نبی معصوم، اپنے بچہ کو قربان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ حقیقت میں انسان کو اپنی قربانی پیش کرنا آسان ہے۔ مگر اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو ذبح کرنا بڑا سخت مشکل ہے۔ مگر حکم خداوندی تھا۔ اس لئے آپ نے بیٹے کی محبت کو پس پشت ڈالا اور حکم خداوندی کے آگے سر جھکایا۔ اور حضرت اسماعیلؑ کو لے کر منٰی کی قربان گاہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا۔ کہ بیٹا! مجھے خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو ذبح کردوں تو حضرت اسماعیلؑ نے فوراً فرمایا۔ (اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ پ ۲۳ ع ۷) جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ وہ ضرور کیجئے)۔ اگر میری جان کی ان کو ضرورت ہے تو ایک جان کیا۔ ہزاروں جانیں بھی ہوں تو نثار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے رسیوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ چھری تیز کی، اب بیٹا خوش ہے کہ میں خدا کی راہ میں قربان ہو رہا ہوں۔ ادھر باپ خوش ہے۔ کہ میں اپنی قربانی پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ حکم خداوندی کی تعمیل میں اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی تو چھری کند ہو گئی۔ اور اس وقت حکم ہوا۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ ۲۳ ع ۱۷)

ترجمہ: بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔

اب ہم اس کے عوض جنت سے ایک مینڈھا بھیجتے ہیں۔ اور تمہارے بیٹے کی جان کے عوض ایک دوسری جان کی قربانی مقرر کرتے ہیں۔

چنانچہ اسی دن سے گائے مینڈھا بکری وغیرہ قربانی کے لئے فدیۃً مقرر ہو گئے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کا اصل مقصد جان کو پیش کرنا ہے۔ چنانچہ اس سے انسان میں جان سپاری و جان نثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کی روح ہے تو یہ روح صدقے سے کیسے حاصل ہوگی۔ کیونکہ قربانی کی روح تو جان دینا ہے۔ اور صدقہ کی روح مال دینا۔

پھر اس عبادت کے صدقہ سے مختلف ہونا اس طرح بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ صدقہ کا کوئی دن متعین نہیں مگر اس کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا گیا۔ اور اس کا نام یوم النحر یعنی قربانی کا دن لکھا گیا۔

جہاں تک قربانی کے مسئلہ کا تعلق ہے۔ تو یہ سلفاً خلفاً ایسی ہی ہوتی چلی آئی انبیاء کا بھی اور امت کا بھی اس پر اجماع ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل میں سب کے یہاں قربانی تھی۔ اور ائمہ کرام کا بھی اس پر اجماع ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل میں سب کے یہاں قربانی تھی اور ائمہ کرام کا بھی اس پر اجماع ہے۔ بعض کے خیال میں سنت ہے۔ اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔

حدیث کا کلام رسول ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ تو در حقیقت جو شخص حدیث سے انکار کر رہا ہو۔ وہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا بھی منکر ہے۔ کیونکہ قرآن بغیر حدیث کے حجت نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کوئی شخص بغیر رسول ؐ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح کلام اللہ تک بغیر کلام رسول کے رسائی ناممکن ہے۔

دوسرا اعتراض کہ ہمیشہ اسی طرح جانوروں کی قربانی کرنے سے جانور ختم ہو جائیں گے سو اول تو یہ خیال ہی غلط ہے۔ کیونکہ روزانہ جو لاکھوں جانور بطور ذبیحہ کے کاٹے جاتے ہیں۔ عید کے دن وہ ذبح نہیں ہوتے اس طرح کوئی معمولی سا فرق پڑے گا۔ جو کسی طرح قابل توجہ نہیں، پھر اس روز بعض ایسے لوگوں کو بھی گوشت پہنچ جاتا ہے۔ جو سال میں ایک آدھ دفعہ ہی کھا سکتے ہیں پھر ان کی ساری کھالیں۔ بھی غربا اور مساکین ہی میں تقسیم ہوتی ہیں۔ غرض بہت سارے منافع اس

میں حاصل ہوتے ہیں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عمل بقرعید کے دن خدا تعالےٰ کو خون بہانے سے زیادہ عزیز نہیں۔ اور وہ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں اور کھروں سمیت آئے گی۔ اور بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی جناب الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے۔ پس اس قربانی سے اپنا دل خوش کرو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝

(پ ۴ ع ۱)

ترجمہ: تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کر سکو گے۔ یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو گے۔

اور محبوب چیز مال ہوتا ہے۔ مال سے بھی جانور زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ کیونکہ جاندار ہونے کے باعث اس سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر بے جان چیز ضائع ہو جائے۔ تو آدمی دوسری گھڑ کر بنا سکتا ہے بخلاف جاندار کے اگر فنا ہو گیا۔ تو دوسرا نہیں ملتا۔

جنت حاصل کرنے کی غرض سے یہاں محبوبات نفس کو قربان کرنا لازمی ہے۔ اگر مال خرچ کرنے کا حکم ہوا تو مال خرچ کرو، جان دینے کا حکم ہو تو جان نثار کرو۔ عزت کی ضرورت ہو تو وہ بھی قربان کرو۔ یہی عشق کی پختگی کی علامت ہے۔ (علامہ قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی)

عبادات مالیہ میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ اللہ تعالےٰ کے زندہ دل بندوں کو جو لطف نماز میں نصیب ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسری عبادت میں نصیب نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس قربانی میں جو ایثار اور اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک عجیب چیز ہے بشرطیکہ ایمان و اخلاص سے کام لیا جائے

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (پ ۱۷ ع ۱۲)

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ کے ہاں ان قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ لیکن اللہ کے ہاں اس تقویٰ کی قدر و قیمت ہے۔ جو اس قربانی کرنے سے تمہارے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

اگر اس قربانی سے کوئی خاص اثر نہ لیا جائے تو محض جانور کو ذبح کرنا اور گوشت کھا لینا تو کوئی مقصود بالذات چیز نہیں۔

ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ حصول رضائے الٰہی کے لئے ہر بدنی، مالی، اور وطنی قربانی کیلئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہے۔ جب مسلمانان عالم ان دو اصولوں پر دل و جان سے عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے تو پھر امداد الٰہی ان کی پشت پناہ ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو اس خدا پرست جماعت کے مقابلہ میں آئے گا۔ ذلت و نامرادی اور بربادی کا منہ دیکھے گا۔

چونکہ شفیع المذنبین رحمت العالمین بنیادِ ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی تعمیر کرنے کے مبعوث ہوئے تھے اس لئے آپ نے بھی اپنی امت کو حصول رضائے الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی۔ تاکہ امت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔

شریعت محمدیہ کے ہر حکم میں دین و دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ادھر خدا تعالےٰ راضی ہو جاتا ہے تو ادھر دنیا سنور جاتی ہے ادھر آخرت کی نجات کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے تو ادھر دنیا کی ذلتوں سے انسان رہائی پاتا ہے۔

حاجی لوگ جو قربانی کرتے ہیں۔ وہ علیحدہ ہے وہ اپنے حج کے شکرانہ میں ہمیشہ یہ ہدیہ مالک حقیقی کی درگاہ میں بطور نذر پیش کرتے ہیں۔ بعض لوگ یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ قربانی کرنے کا حکم صرف حجاج کے لئے ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو آپؐ یہ وعید نہ فرماتے کہ وہ ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو کیونکہ آنحضرت ہر سال قربانی کیا کرتے تھے۔ خواہ حج کا موقعہ ملے۔ حجاج کے لئے تو نماز عید ہی نہیں ہے۔

آداب و سنن قربانی

سنت ہے کہ قربانی کا جانور جہاں تک ممکن ہو علاوہ بے عیب ہونے کے موٹا تازہ اور قیمتی ہو۔

بوقت ذبح جانور کا منہ قبلہ کی طرف ہونا افضل ہے۔ بہتر ہے کہ قربانی ادا کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے ورنہ کم از کم اپنے سامنے ذبح کرائے اور خون کے گرنے کا مشاہدہ کرے۔

جانور کو لٹاتے وقت یہ مسنون دعا پڑھے۔

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ غربا یتامیٰ اور دینی طلباء میں کھال کی قیمت صدقہ کر دے۔

خط و کتابت کرتے وقت

"خریداری نمبر" ضرور لکھیں۔ ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ (مینیجر)

مولانا عبدالمومن فاروقی

کعبۃ اللہ

تاریخی عظمت و پاکیزگی کا پرشکوہ نظارہ

آج سے کروڑوں بلکہ اربوں برس پہلے جب یہ لق و دق زمین کا وسیع پھیلاؤ تھا۔ اور نہ زمین کے اوپر اس نیلگوں آسمان کا چتر تھا۔ صرف خدا تھا اور اس کی قدرت کاملہ کے بہترین نمونے فرشتوں کی لاتعداد جماعت تھی۔ نور حقیقی کی کرنیں بلندی سے پستی کی طرف گرا کرتی تھیں۔ اور فرشتے ان کرنوں کی پستی پر پہنچ کر احاطہ کئے بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک روایت میں ہے کہ زمین کی آفرینش سے ایک ہزار برس پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ پھر زمین کو قدرت نے ایک جنبش کن سے ظاہر فرمایا لیکن اس وقت زمین نہایت پاک اور صاف ستھری تھی نہ اس پر کثافت و غلاظت کے آثار تھے اور نہ ظلم و قتل کے نشانات، وہ نور پاک کی تجلیاں جو کسی وقت میں پستی پر پڑا کرتی تھیں۔ اب اس زمین پر پڑنے لگیں اب فرشتے زمین پر اتر کے اس مرکز نور کے ارد گرد پروانہ وار نثار ہونے لگے، پھر خدا نے مٹی کا ایک پتلا بنایا۔ جس کو آدم کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قدرت کا یہ کھلونا قدرت کو بہت محبوب تھا۔ اولاً اس کو اپنے پہلو میں جگہ دی گئی، اور اپنی کائنات (فرشتوں) پر حاکم غالب مقرر فرمایا۔ جب قدرت کی صناعی کا یہ عجیب ترین مظہر کسی قدر عقل و ہوش کو پہنچا تو خدا نے اس کا امتحان لیا۔ حکم ہوا کہ دیکھو ہم نے ایک درخت لگایا ہے۔ تم اس کو نہ کھانا مگر چونکہ اس قدرتی صناعی میں عصیاں کا بھی جزو شریک کر دیا گیا تھا۔ اس نے زور کیا اور انہوں نے گیہوں کھا کر جنت کے پر فضا باغوں سے اس پستی کی طرف نزول کیا یہ پستی جواب زمین کہی جاتی ہے۔ ہبوط آدم کے وقت جنوں کی آباد گاہ تھی۔ جن یہاں مقیم تھے۔ اور بڑے زور و شور سے ان کی حکومت کا سکہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا حضرت آدم و حوا علی نبینا علیہم السلام دنیا میں جس وقت تشریف لائے تو اس وقت مالک کا ان پر عتاب تھا۔ اس لئے دنیا میں آکر بہت الم اور تکلیف کے ساتھ ان کی زندگی گذری جنت در جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کے علاوہ جو چیز ان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوئی وہ نور حقیقی کی جلوہ پاشی سے محرومی تھی مدتوں بارگاہ الٰہی میں سر گرداں رہے اور اپنے جرم کی استغفار کیا کئے۔ رحیم و کریم نے آدم کا گناہ معاف کیا اور حکم ہوا کہ میں زمین پر تم کو اپنا ذریعہ بناتا ہوں، تم یہاں رہ کر اپنی اولاد سے اس غیر آباد معمورہ کو آباد کرو۔ چنانچہ آدم کی اولادیں ہونا شروع ہوئیں۔ روزانہ صبح سے شام تک ایک نہ ایک فرزند پیدا ہو جاتا۔ جدھر آپ نکل جاتے انسانوں کی بستیوں کی بستیاں زمین سے پھوٹ پڑتیں

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت قلیل عرصہ کے اندر زمین میں خدا کی بہت بڑی مخلوق پیدا ہو گئی ان سب بھائی بہنوں میں رسم نکاح جاری ہوتی اور بہت جلد خدا نے اس سے بھی اولادیں پیدا کرنا شروع کر دیں۔

آدم کو سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ دنیا میں آنے کے بعد مرکز نور سے استفادہ کا بالکل موقع نہیں ملا وہ تڑپ رہے تھے۔ بارگاہ ایزدی میں درخواست کی بار الٰہا جنت میں جو روحانی غذا مجھے آپ کے نور میں حاصل تھی۔ اس کی ایک جھلک یہاں بھی اتار دے آدم علیہ السلام کی یہ دعا مقبول ہوئی اور خدا نے ان کو بذریعہ وحی کے بتلایا کہ زمین کے فلانے مقام پر ہمارے مرکز نور کی کرنیں پڑتی ہیں۔ اور فرشتے اس کے چاروں طرف حد بندی کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جاؤ یہ چیز تم کو وہاں ملے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام اس روحانی مسرت کو حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے خدا نے اس مخلصانہ سفر میں یہ زبردست قوت سیر عطا کی کہ ایک ایک قدم میں ہزاروں لاکھوں مربع گز زمین لپٹتی چلی جاتی، اس سفر میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کا وہ معجزہ برابر ظاہر ہوتا رہا۔ ایک قدم کے اٹھنے پر دوسرے قدم تک جو فیصلہ ہوتا وہاں انسانوں کی کثیر آبادی پیدا ہو جاتی اور آدم علیہ السلام اس آبادی کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھتے تو آگے بھی یہی اعجاز ظہور پذیر ہو جاتا تھا۔

الغرض ایک دن مرکز نور کے قریب پہنچ گئے بحکم خدا فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو دیکھ کر پہچانا۔ اور اندر لیجا کر اس تجلی گاہ کی زیارت کرائی آدم علیہ السلام اور فرشتے جب آسمان پر تھے۔ اور اس مرکز نور پر جاتے تھے۔ تو وہاں داب داب سے پروانہ وار گھومنے لگتے تھے۔ آدم علیہ السلام پر یہ وجد یہاں پہنچ کر پھر طاری ہوا اور سب فرشتوں کے ساتھ شامل ہو کر مہبط نور کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے۔ ازرقی اور ابن منذر نے وہب بن منبہ سے اس روایت کو نقل کر کے بیان کیا ہے کہ وہ مرکز نور جس مقام پر تھا۔ وہ یہی مقام تھا۔ جہاں آج بیت اللہ ہے۔ حرم وہ فرشتوں کا حفاظتی مقام ہے اور یہ طواف اسی عادت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کی سنت و وجد کی ایک زریں سنت کی تمثیل ہے۔

عبدالرزاقؒ اور ابن جریر جندیؒ حضرت عطار بن سائب سے نقل کیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں جب عرض کیا کہ میں جب سے زمین پر اترا ہوں مجھے نہ فرشتوں کی آوازیں سننے کو ملتی ہیں۔ اور نہ تیرے پرتو انوار کی زیارت ہوتی ہے۔ تو قدرت ان کو بتلایا کہ اب تم یہ چاہو کہ دانہ گندم کھا کر نافرمانی کے ارتکاب کے باوجود اس اصلی حقیقت سے محفوظ ہو یہ نا ممکن ہے البتہ تمہاری خاطر ہم اتنا کرتے ہیں کہ زمین کے فلاں مقام پر جہاں ہماری آسمانی تجلی گاہ کا عکس گرا کرتا ہے۔ اور اس کو فرشتے گھیرے بیٹھے رہتے ہیں۔ وہاں جاؤ۔ اور اس کو حراء، جودی، لبنان طور، زیتا، طور سینا کے پتھروں کے مستحکم کر کے مکانی حیثیت دو۔ وہاں ہماری تجلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے حظ حاصل کرو آدم علیہ السلام نے تلاش کر کے اس مہبط مقدس کا پتہ چلایا۔ اور اس کو حرا، ثبیر طور، جبل احمر، جودی کے پتھروں سے پختہ کر کے محیط کر لیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت تک مکانات کا وجود نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت سے کپڑے کا بنا ہوا ایک خیمہ عنایت کر دیا۔ جس میں وہ رہا کرتے تھے اسی میں حضرت آدم نے وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے اس خیمہ کو بھی پتھروں سے محفوظ کر لیا تھا مگر جب فتنہ فساد کا بازار گرم ہوا۔ ہابیل قابیل نے جنگ کر کے قتل و غارت گری کا مظاہرہ کیا تو حضرت شیث کو خدا نے ان لوگوں کی ہدایت و رہبری کے لئے دنیا میں مبعوث کیا لیکن اب دنیا اپنے عہد ازل کو ایک حد تک بھول سی چکی تھی کسی نے ان کی پیروی کی اور کسی نے نہیں کی۔ اس طرح کا چلن چلتے ایک مدت گذر گئی۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سرکشوں کی منظم جماعتیں بن گئیں۔ اور انتہائی ظلم و ستم کے پہاڑ زمین ٹوٹنے لگے۔ خدا نے اپنے نبی کی زبان سے پہلے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو عذاب الٰہی مسلط کیا گیا۔ اور طوفان بھیج کر ساری آبادی کو نہس نہس کر دیا گیا۔ صرف حضرت نوحؑ اور ان کے معدودے چند متبعین غرق آب ہونے سے بچ گئے باقی سب ہلاک ہو گئے۔ طوفان بھیجنے سے پہلے خدا نے اپنی اس تجلی گاہ کو بھی آسمان پر اٹھا لیا۔ جب طوفان ختم ہو گیا اور لوگوں نے تلاش شروع کی تو سوائے چند بھرے ہوئے سرخ ٹیلوں کے یہاں کچھ نظر نہ آیا۔ غرض کہ یہ تجلی گاہ غیر معدوم سی ہو گئی۔

ابن اسحاقؒ رزنیؒ اور بیہقیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں۔

ما من نبی الا وقد حج البیت الا ماکان من ھود وصالح ولقد حجہ نوح فلما کان فی الارض ماکان من الغرق اصاب البیت ما اصاب الارض وکان البیت ربوۃ حمراء فبعث اللہ عز وجل ھودا فتشاغل بامر قومہ حتی قبضہ اللہ الیہ فلم یحجہ حتی مات فلما بوأہ

الله لابراهیم حجه ثم لم یبق نبی بعده الا حجه

یعنی کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو بس صرف دو نبی ایسے ہوئے جو حج نہیں کر سکے ایک ہود علیہ السلام اور دوسرے صالح علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام نے بھی حج فرمایا ہے۔ لیکن جب طوفان آیا تو ساری دنیا کی طرح بیت اللہ بھی غرق ہوگیا۔ طوفان جب ہٹا ہے تو بیت اللہ کی جگہ پر ایک سرخ ٹیلہ نکل کر ابھر آیا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اس وجہ سے حج کرنے کی نوبت نہیں آئی کہ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بہت رہیں اور اتنا موقع آپ کو نہ مل سکا۔ جو آپ وہاں جا کر حاضری دیتے علی ہذا حضرت صالح بھی وہاں تک تبلیغ کی مہم سے اس درجہ غیر فارغ رہے کہ وہ بھی حج نہ کر سکے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان دونوں نے مکہ کی تعمیر کردی تو پھر کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے حج کا فریضہ نہ انجام دیا ہو۔

بیت اللہ کا حج صرف انسانوں ہی پر فرض نہیں بلکہ فرشتوں، زمینوں اور بادلوں جنوں، حیوانوں سب پر یکساں طور پر فرض ہے۔ صرف صورت حج میں فرق ہے۔ کسی کے ارکان کچھ اور ہیں اور کسی کے کچھ اور لیکن طواف میں سب شریک ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھی ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف سے لوگ بے توجہی ہو گئی تھی۔ اور اس مقدس مقام کو لوگ بالکل فراموش کر گئے۔ لیکن جب خدا کے خلیلؑ اپنی بی بی اور صاحبزادے کو ہجرت کرا کر لائے ہیں تو آپ نے ان کے لیئے اس مقام کو منتخب فرمایا اس وقت یہاں نہ گھاس تھی اور نہ دانہ پانی کا کوئی آسرا لیکن "بیت الحرام" کے پاس لا کر چھوڑنے سے آپ کا مقصد یہی تھا کہ یہاں اسمٰعیلؑ کی اولاد وغیرہ جب ہوگی تو یہ مقام آباد ہو جائے گا اور خدا کے گھر کی طرف لوگوں کو توجہ ہو جائے گی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ایثار سے اس وادی غیر ذی زرع کو بہت جلد اس قابل کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آخر آکر خوش ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادے کی معیت میں اس بیت الحرام کی عمارت پختہ کرائی، خدا کے دونوں سچے پیغمبروں نے جس ہمت و عزم صادق سے اس مکان مقدس کی تعمیر فرمائی اس کا آج بھی ظہور ہماری نظر کے روبرو ہے۔ آپ کے لیئے ایک پتھر بطور پاڑھ کے آسمان سے اتارا گیا۔ اس میں تاثیر یہ تھی کہ جب گارا وغیرہ لینے کی ضرورت ہوتی تو پتھر از خود جھک جاتا اور جب گارا لے چکتے تو از خود وہ پتھر مقام مقصود تک پہنچ جاتا۔ اس پتھر کو خدا نے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ مقام ابراہیمؑ اسی دور کی یادگار ہے۔ حجر اسود جس کو کہا جاتا ہے۔ وہ ایک جنتی پتھر ہے۔ اور بنا رکعبہ کی تاریخ اس کے بھی نزول کی تاریخ ہے۔ اس کا ابتدائی رنگ سفید تھا۔ اس پتھر میں جذب اعمال فاسدہ کی قوت ہے۔ اسی وجہ سے اب اس رنگ میں سیاہی کا بہت کافی غلبہ ہوگیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد پھر خدا کا ہر آنے والا قاصد اس گھر کی عزت کرتا چلا آیا ہے۔ مگر زمانہ جاہلیت میں ابراہہ نے پھر کچھ بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور چاہا کہ کعبہ کو ڈھا دیا جائے مگر خدا نے اپنی ایک حقیر مخلوق سے اس کی عظیم الشان فوج پسپا کر کے اپنے گھر کی عزت و رفعت کو آنے والے پیغمبر کی کرامت کے لیئے مرجع حقائق بنا رہنے دیا۔

غرضکہ یہی وہ گھر ہے جس پر تمام خدا کے بندوں کی جبیں ہائے میں ذہین و طباع ہستیوں کی خلاق ہیں انسان دنیا کو مصیبت اور دکھ کا گھر سمجھتے ہیں اور نیاز جھکائیں اسی کو خدا نے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا وھدی للعلمین ....

کے مقدس الفاظ سے یاد فرمایا۔ اور یہ بھی اصلیت یہی کہ یہ گھر میں سب سے پہلے تعمیر ہوا۔ اور انسانوں کے لیئے برکت و ہدایت کا ملجا و ماوی بنا۔ اسی گھر کا خدا کے خلیلؑ و حبیبؐ پروانہ وار طواف کیا کیئے یہی گھر ابوبکرؓ و عمرؓ کی سجدہ گاہ بنا اسی گھر کی عثمانؓ و علیؓ نے اپنے جبینوں سے حفاظت کی اسی گھر کا ادب مسلمان احترام کرتے اور حج کرنا بحکم خدا ضروری سمجھتے ہیں۔

خواب گاہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

(قاری عبدالعزیز شوقی السعدی)

مرکز نور خدا ہے خواب گاہ مصطفٰے
مخزن لطف و عطا ہے خواب گاہ مصطفٰے

سرگروہ خیل ارباب نظر کا قول ہے
عرش اعظم سے سوا ہے خواب گاہ مصطفٰے

دردمندان محبت کے لیئے جائے سکوں
بے دلوں کا آسرا ہے خواب گاہ مصطفٰے

جلوہ گاہ نور پاش و بارگاہ لطف یار
مہبط وحی خدا ہے خواب گاہ مصطفٰے

اس کے پہلو میں بہار باغ جنت ہے نہاں
دلکش و خاطر ربا ہے خواب گاہ مصطفٰے

بادشاہان زمن کے سر یہاں ہوتے ہیں خم
فقر و فخری کی بنا ہے خواب گاہ مصطفٰے

تا ابد اندر بر خواجۂ صدیقؓ و عمرؓ
مظہر شان ولا ہے خواب گاہ مصطفٰے

رحمتوں کے پھول شوقی کیوں نہ برسیں رات دن
روضۂ صل علیٰ ہے خواب گاہ مصطفٰے

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۶)

میں ۱۹۳۹ء میں جب حج کو گیا، اللہ تعالیٰ قبول کرے (پہلے حج میں) مُلّا شور بازار کے بھائی جو تھے وہ وہاں سفیر تھے سعودی حکومت کے۔ تو منیٰ میں انہوں نے دعوت کا انتظام کیا۔ مجھے بھی کسی طرح بلا لیا حالانکہ میرا اُن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ تو مجھے اپنے قریب بالکل بٹھایا۔ نامعلوم کیا وجہ تھی۔ اپنے قریب بٹھایا۔ اور جب کھانا شروع ہوا۔ منیٰ میں قربانی کے بعد، تو میں نے معمولی طریقے سے کھایا (ویسے ڈرتا بھی تھا، دل تو چاہتا تھا مگر یہ کہ بھائی یہ کیا کہے گا اتنا کھاتا ہے؟) تو سفیر صاحب نے آستینیں چڑھا لیں اپنی — دونوں آستینیں چڑھا لیں اور پھر بڑی بے تکلفی کے ساتھ کھانا شروع کیا۔ اور مجھے بھی فرمایا۔ کہ بھائی! یوں کھاؤ۔ تم کیا کر رہے ہو؟ جوان آدمی ہو کہ تم اس طرح کھاتے ہو —— تو پھر مولوی کھائے۔ اچھا کرتے ہیں، خوب اچھی طرح کھایا کریں۔ میں طالب علموں سے، علمائے کرام سے، آئمۂ مساجد سے درخواست کروں گا۔ جو کوئی بلائے، خوب اچھی طرح کھائیں، اگر وہ اللہ کے لئے کھلاتا ہے تو وہ خوش ہوگا۔ ورنہ دوبارہ تکلیف نہیں دے گا۔

مفتی صاحب نے خوب اچھی طرح کھایا، اپنے ہاتھ واتھ سارے رنگین کئے آپ نے۔ تو اُن لوگوں پہ اس وجہ سے اور زیادہ کراہیت کے کے آثار ہوئے۔ آپ سمجھ گئے۔ آپ نے کہا "کیوں؟ مزاج کیوں بگڑ رہا ہے؟" انہوں نے کہا "یہ کیا بدتہذیبی ہے، تم لوگ ہاتھ سے کھاتے ہو، یہ چھری کانٹے پڑے ہیں، ان سے تم کیوں نہیں کھاتے، چمچ سے کیوں نہیں کھاتے؟" —— دیکھئے "حکیم" کی بات کر رہا ہوں —— مفتی صاحب فرماتے ہیں —— گل سن اوئے گوریا صاحبا! ایہہ تیرا جھڑا چمچہ تے تیری تزینگل (یہ کانٹا تزینگل یا ترانگل ہی ہوتی ہے جس سے زمیندار بھوسہ اڑاتے ہیں) ایہہ تزینگل تے کتنیاں موہناں وِچ وڑ چکی ہووے گی، تے میرا ہتھ صرف میرے منہ وِچ ہی وڑیا اے ہور کسے منہ وِچ نہیں گیا۔ (ارے گورے صاحب! بات سن! یہ جو تمہارا چھری کانٹا ہے یہ تو کئی مونہوں میں گئے ہوں گے لیکن میرا ہاتھ صرف میرے اپنے منہ کے اندر ہی گیا ہے) تو نفیس میں ہوا کہ تم ہو؟ بتاؤ نفاست میرے ہاتھ میں ہے یا چمچے میں؟ ایک چمچہ شرابی بھی منہ میں ڈال چکا ہوگا، وہ تزینگل (کانٹا) کتنے کتنے بدکار ڈال چکے ہوں گے۔ اور میرا ہاتھ یا میرے منہ میں جاتا ہے یا میرے معصوم بچے کے منہ میں جاتا ہے۔ کبھی کبھی باپ شفقت کے ساتھ اپنے چھوٹے بچے کو کھانا کھلاتا ہے۔ یا کوئی نیک سعید آدمی ہو تو کبھی پیار کے ساتھ اپنی ماں کے منہ میں لقمے ڈالتا ہے یا باپ کے منہ میں۔ کیونکہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے منہ میں لقمے ڈالے ہیں تا جی (کَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا) —— ڈالا کرو کبھی کبھی، باپ کے ہاتھ دھلایا کرو، اماں کے ہاتھ دھلایا کرو۔ کہو "اماں جی! آج میں تیرے منہ میں لقمے ڈالتا ہوں" —— خدا کی قسم ہے وہ دعا ملے گی جس سے ساری دنیا جنت بن جائے گی۔ ماں خوش ہو کر اتنی دعائیں دے گی، نہ بھی دعائیں دے تو خدا تو جانتا ہے۔ میری ماں نے میرے منہ میں لقمے ڈالے تو میں اگر اپنی ماں کے منہ میں لقمے ڈال دوں محبت کے کے ساتھ، ادب کے ساتھ، تو بتاؤ میری ماں کا دل کتنا پھول جائے گا، خوش ہوگی اور مجھے کتنی دعائیں دیگی۔

تو "حکیم" کی بات عرض کر رہا تھا۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ او گورے! یہ تیرا جو چھری کانٹا ہے یہ بڑا گندہ ہے۔ یہ تو کتنوں کے منہ میں جا چکا ہو گا۔ اور میرا ہاتھ صرف میرے منہ میں گیا ہے اور کسی کے منہ میں نہیں گیا۔ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ط کافر شکست کھا گئے مفتی کے مقابل میں۔

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ یہ اس اللہ کا کلام ہے جو حکیم ہے اور بڑا باخبر خدا ہے۔ اس کی حکمتوں کو سمجھنا چاہو تو میرے بزرگو! متقدمین کی کتابیں تو بڑی اونچی ہیں متاخرین میں سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ پڑھو —— اور وہ پڑھانے والا کہاں ہے دنیا میں؟ عبیداللہ سندھی نے پڑھائی (رحمۃ اللہ علیہ نے) پھر ہمارے امام الاولیاء شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا درس دیا —— اب نہ تو حجۃ اللہ البالغہ کوئی پڑھتا ہے نہ کسی اور کتاب کو کوئی پڑھتا ہے۔ اب تو "ڈائجسٹ" ہے اور "شمع" ہے اور "رومان" ہے —— یہ خرافات ہیں۔ اللہ مسلمانوں کو ایسی خرافات سے بچائے۔ اور قرآن مجید پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط اللہ تعالیٰ اس درس کو قبول فرمائے، اللہ میری آپ کی اس محنت کو جو اسی کی توفیق سے ہم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے، اللہ ہمیں اس سے زیادہ دین سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ قریب اور بعید جتنے مسلمان فوت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جنت نصیب فرمائے۔ اللہ ہمارے عرب بھائیوں پر اپنا فضل و کرم فرمائے —— اللہ تعالیٰ بیت المقدس کو یہودیوں کے پنجوں سے آزاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سب کے حالات پر فضل و کرم فرمائے ہم بڑے ہی خطاکار ہیں اللہ تعالیٰ ہماری

غلطیوں کو معاف فرمائے - چند دوستوں نے دعا کے لئے لکھا ہے - ان کے لئے دعا فرمائیں، اللہ ان کی پریشانیوں کو دُور فرمائے، اللہ ان کے بیماروں کو شفا عطا فرمائے، اللہ ان کے خانگی حالات کو درست فرما دے، اللہ تعالیٰ میرے آپ کے سب قصوروں کو معاف فرما دے - اللہ تعالیٰ صاحب خانہ کو اور سب بھائیوں کو اپنی برکتوں سے نوازے - آپ اپنا کام چھوڑ کر اس مجلس میں آ جاتے ہیں، اللہ آپ کے آنے جانے کو اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے، جن قدموں سے میں اور آپ درس قرآن کے لئے آتے ہیں اللہ ہمارے ان قدموں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے اللہ ہماری بچیوں اور بہنوں کے دلوں میں اس سے زیادہ قرآن کی محبت نصیب فرمائے، اللہ ہماری اولادوں کو بھی نیک صالح فرما دے، اللہ تعالیٰ حوادثِ زمانہ سے ہم سب کو محفوظ رکھے، اللہ ہماری دنیا، قبر، قیامت بہتر فرمائے - وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ نُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

بقیہ: قربانی کی ترغیب

دام لگے ہیں۔ صرف آنسو بہانے کی محبت ہے کہ یہ تو مفت کے ہیں — تو بعض لوگوں کی محبت کا دعوے بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جہاں مگر خرچ ہو وہاں ناداری ہو گئی اور یہاں تو حقیقت میں ہمارا کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا کیونکہ صدقات خیرات میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہ کہیں جاتا نہیں، جو کچھ ہے اپنے لئے ہے بلکہ قربانی تو ایسی چیز ہے کہ کچھ ہاتھ سے نکلتا بھی نہیں اس لئے کہ ثواب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قربانی کے جانور کا گوشت پوست تقسیم کر دو بلکہ تم کو اختیار ہے خواہ تقسیم کرو یا اپنے کام میں لاؤ۔ ہاں بیچنے (فروخت) کی اجازت نہیں ہے — غرض سب گوشت اپنے ہی پاس رکھو جب بھی ثواب ملتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر کوئی کہے کہ جب اللہ تعالیٰ خرچ کرا کر ہم سے کچھ لیتے بھی نہیں - پھر کیوں خرچ کراتے ہیں؟ قربانی سے مقصود اُن کا کیا ہے اگر کہو کہ ہم کو گوشت کھلانا مقصود ہے تو منیٰ اور مکہ معظمہ میں ہزاروں جانور ذبح ہوتے ہیں ان کا تو کوئی بھی گوشت نہیں کھاتا، ہزاروں جانور بالکل بیکار جاتے ہیں تو بات اصل میں یہ ہے کہ قربانی میں اصل تو یہ تھا کہ بیٹے کو ذبح کریں - لیکن اوّل تو بیٹا سب کو ہوتا نہیں، دوسرے یہ کہ اگر سب کو یہ حکم ہوتا تو بہت کم ایسے نکلتے جو اس پر عمل کرتے - حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ بیٹے کو ذبح کرنے کی بجائے ہم کو جانور کے ذبح کرنے کا حکم دیا - پس قربانی میں ایک پیاری چیز کا خدا کی راہ میں صَرف کرنا مقصود ہے تاکہ ہماری محبت کا امتحان لیا جائے کہ اللہ کے واسطے کون اپنی پیاری چیز خرچ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا بس یہ مقصود ہے — کھانا اور کھلانا مقصود نہیں - اس لئے ان جانوروں میں ایسی خوبیاں ہونی چاہئیں - جس کی وجہ سے وہ بہت محبوب ہو کر خوب موٹا تازہ جانور ہو جس کو ذبح کرتے ہوئے کچھ تو دل دُکھے جیسے بیٹے کے ذبح کرنے میں دل دکھتا ہے اور جانور مریل نہ ہو کہ جس کے ذبح ہو جانے کو بھی غنیمت سمجھے کہ مرتا تو یہ ضرور، خیر اچھا ہوا اس سے بھی کام نکل آیا — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹنی ذبح کی تھی جس کی قیمت تین سو اشرفیاں تھیں - پس یہ جو بعض لوگوں کی عادت ہے ردل خدل کم قیمت جانور ذبح کر دیتے ہیں - تو یاد رکھو کہ وہاں بھی تم کو ثواب ایسا ہی ملے گا اور جب کہ وہ لَوٹ کر تم ہی کو ملے گا - تو پھر کم قیمت کیوں ذبح کرتے ہو؟ جس قدر اس میں خرچ کرو گے اپنے ہی واسطے ہے اور یاد رکھو کہ صدقہ سے مال نہیں گھٹتا -

صدقہ سے مال کم نہ ہونے کا کیا مطلب؟

حدیث میں ہے لا ینقص مال من صدقۃ یعنی صدقہ کرنے سے مال ہرگز کم نہیں ہوتا اور اس کے معنی یہ نہیں کہ اگر دس روپے پاس تھے صدقہ کے بعد بھی وہ دس روپے جیب میں ہی رہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ صدقہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اور خدا اس کو کسی اور جگہ سے نفع دیتا ہے اور اس کا مال کام میں آتا ہے - اگر صدقہ نہ دیتا تو اِدھر اُدھر ضائع ہو جاتا اور صدقہ دینے کے بعد جس قدر مال باقی رہتا ہے وہ سب اسی کے کام میں آتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے - اس لئے قربانی کے جانور کا گوشت اگر کھانے میں نہ بھی آوے تب بھی قربانی کرنا بیکار نہیں - کیونکہ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ جو محبت ہم کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ ظاہر ہو جائے اور وہ اس صورت میں بھی حاصل ہے جبکہ گوشت کسی کام میں نہ آوے بلکہ اس صورت میں محبت کا امتحان زیادہ ہے کہ خرچ بھی ہوا اور اس سے دنیا کا کچھ کام نہ نکلا پھر مال ضائع کہاں ہوا؟ اور اگر کہا جائے کہ جی دکھتا ہے کہ ہماری چیزیں ہی بیکار جاتی رہیں گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمہاری چیز ہے کہاں؟ تم خود تو اپنے ہو ہی نہیں، تمہاری چیز کہاں سے آئی، تم خود اللہ تعالیٰ کے غلام ہو، غلام کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوا کرتا، اگر کوئی کہے کہ جناب مال خرچ کرنے سے تو دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ اس سے دل دُکھتا ہے کہ جانور کی جان ضائع ہوتی ہے - جواب یہ ہے کہ آپ بے فکر رہیں جب خود مالک ہی ضائع کرائے تو آپ کون ہیں؟ آپ بڑے دردمند نکل کر آئے ہیں — بس اس وقت میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں -

احتجاجی جلسہ

مورخہ ۷ فروری ۶۹ء بعد نماز عشاء جامع مسجد شہر مظفر گڑھ میں ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا حکیم نور محمد صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علمائے اسلام شہر مظفر گڑھ مولانا حافظ محمد احمد صاحب نائب صدر جمعیۃ علماء اسلام شہر مظفر گڑھ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل و مناقب و اسوہ حسنہ پر تقریریں کیں اور لندن ٹائمز اور دوسرے اخبارات جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دریدہ دہنی کی پر زور تردید کی گئی -

نیز مندرجہ ذیل قرار داد بھی پاس کی گئی -

جامع مسجد شہر مظفر گڑھ کا یہ عظیم الشان اجتماع لندن ٹائمز وغیرہ اخبارات کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے - اور ان کی اس قسم کی ناشائستہ حرکات پر شدید احتجاج کرتا ہے -

میاں غلام حسین صاحب لاہور

حفظِ لسان

یعنی زبان کو غیر ضروری یا زائد از ضرورت باتوں سے روکنا

زبان کا جسم بہت چھوٹا ہے لیکن اس کا جرم بہت بڑا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ پارہ ۲۷ (سورۃ الرحمٰن آیت ۱ تا ۴)

ترجمہ: رحمٰن ہی نے قرآن سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور پیدا کر کے اس کو دوسرے حیوانوں کی طرح گونگا نہیں چھوڑا۔ بلکہ اپنی مہربانی سے اُسے بولنا سکھایا۔ طاقت گویائی کا عطیہ اللہ تعالیٰ کا ایک احسان عظیم ہے۔ اس کے ذریعے انسان اپنا مافی الضمیر دوسروں پر ظاہر کر سکتا ہے۔ اور جس بات کی سمجھ نہ آئے دوسروں سے دریافت کر سکتا ہے۔ زبان انسان کے اندرونی اسرار ظاہر کرنے کا آلہ ہے تو کیا جس خدا نے ان اسرار کے ظاہر کرنے کا آلہ پیدا کیا ہے وہ انسان کے اندرونی اسرار کو نہیں جانتا۔ یقیناً جانتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تمھاری ہر کھلی چھپی بات خلوت میں ہو یا جلوت میں سب کو جانتا ہے بلکہ دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گزرتے ہیں ان کی بھی خبر رکھتا ہے غرض وہ تم سے غائب ہے لیکن تم اُس سے غائب نہیں ہو اللہ تعالےٰ تمھارے ظاہر و باطن کو اچھی طرح جانتا ہے۔ کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ گویائی کو سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔ بُری بات سے بچنا چاہیئے اور صرف کلمہ خیر ہی منہ سے نکالنا چاہیئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ غیر ضروری کلام سے بچو تکلم کے بعد تمھاری گفتگو تمھاری مالک بن جاتی ہے پہلے وہ تمھاری مملوکہ تھی۔ انسان اتنا پاؤں سے نہیں پھسلتا جتنا زبان سے پھسلتا ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ زبان سانپ ہے اور منہ اس کا گھر ہے اس کو حفاظت سے رکھو کہیں تمھیں ڈس نہ جائے۔ زبان حق تعالیٰ کی عجائب صنعت میں سے ہے جو بظاہر تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ لیکن درحقیقت سارے جسم پر اس کا تصرف اور قبضہ ہے زبان نائب عقل ہے اور کوئی چیز احاطہ عقل سے باہر نہیں ہے جو کچھ عقل وہم اور خیال میں آتا ہے زبان اس کی ترجمان ہے سب کچھ بیان کر دیتی ہے۔ جسم کے باقی اعضا یہ کام نہیں کر سکتے۔ آنکھ دیکھتی ہے کان سنتے ہیں اور سماعت کا تعلق صرف آواز اور اصوات کے ساتھ ہے لیکن زبان کی حکومت جسم کی ساری مملکت میں جاری ہے۔ ساری صوتیں دل سے لے کر بیان کرتی ہے مثلاً جب دل غمگین اور آزردہ ہوتا ہے تو تضرع و زاری کرنے لگتی ہے اور نوحہ و درد کے الفاظ نکالنے لگتی ہے اور دل کی آگ کے بخارات دماغ میں چڑھ کر آنکھوں سے باہر نکلنے لگتے ہیں بشاشت اور خوشی کی حالت میں زبان سے راحت اور خوشی کے الفاظ نکلنے لگتے ہیں غرض دل کی حالت کے مطابق زبان پر کلمات جاری ہوتے ہیں۔ زبان جب کلمہ حق کہتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے اور جب بری بات کہتی ہے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

اس لیے زبان کی شر اور آفتوں سے بچنا ضروریات دین میں سے ہے۔ جب تک طاقت گویائی کام کرتی ہے۔ زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھو اور بیہودہ باتوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ بغیر ضرورت کے بات نہ کرو اگر ضرورت کے وقت کرو تو چلّا کر نہ کرو اگر اونچی آواز سے بولنا کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کسقدر کریہ اور کرخت ہوتی ہے بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات انسان کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سُری ہو جاتی ہے۔

انسان کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کے نام لکھا جاتا ہے

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ (پارہ ۲۶ سورۃ قٓ آیت ۱۸)

ترجمہ: وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک ہوشیار محافظ ہوتا ہے۔

انسان کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کے نام لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے ہر وقت اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ جو لفظ اس کے منہ سے نکلے اس کو لکھ لیں۔ اس لیے سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیئے۔ زبان سے ایسا کوئی لفظ نہ نکلے جس کے لیے بعد میں پچھتانا پڑے زبان سے بڑھ کر کوئی بدتر چیز انسان کو نہیں دی گئی۔ اس کا قید میں رکھنا ضروری ہے۔ زبان کو اگر پوری طرح قابو میں رکھا جائے تو یہی زبان انسان کو تخت پر بٹھا دیتی ہے اور اگر قابو سے باہر ہو جائے تو یہی زبان ذلت اور رسوائی کا ذریعہ بن جاتی ہے اس لیے گفتگو میں احتیاط لازمی اور ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کے اسلام کے درست اور صحیح ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں اور باتوں کو چھوڑ دے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ ہر لایعنی کلام کا حساب ہو گا اور جس چیز کا حساب و مواخذہ ہو اُس سے خلاصی یقینی نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو تمام اعضائے بدن زبان سے خوشامد کر کے کہتے ہیں کہ تو ٹھیک رہنا اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اگر تو بگڑی تو ہم سب بگڑ جائیں گے لہٰذا لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے زبان کی حفاظت کریں۔ بغیر سوچے کبھی بات نہ کریں اور جہاں تک ہو سکے زبان کو اللہ کے ذکر اور تلاوت کلام اللہ میں مشغول رکھیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

مزن بے تامل بگفتار دم
نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم

بقیہ : مجلس ذکر

آپ یہ دیکھیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ شادی بیاہ کے معاملے میں اخلاق کو دیکھیں، دین کو دیکھیں۔ اس سے بڑا اہم مرحلہ کوئی نہیں۔ جس کے ساتھ ساری زندگی گذارنی ہے اُس کے دین اور اخلاق کو دیکھنے کا حکم دیا۔ ذات پات کا نہیں فرمایا۔ تو جن کو آپ نے اقتدار سونپا ہے، اپنے اوپر حاکم مقرر کرنا ہے، اس ملک کی کایا پلٹنی ہے تو اگر آپ ایمانداری سے ووٹ استعمال کریں، صحیح لوگوں کو اوپر لاتے تو پھر یہ روزِ سیاہ دیکھنا کیوں پڑتا؟ یہ روزِ بد ہمیں کیوں دیکھنا پڑتا؟ اور کیوں ملک سارے کے اندر آج ہنگامہ اور کہرام مچا ہوا ہوتا اور کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا! یعنی اقتدار آپ نے سونپا ہے اور اب آپ واپس لینا چاہیں تو وہ دینے کو تیار نہیں — ملک کے ایک سرے سے لے کرکے دوسرے سرے تک قتل و غارتگری ہو رہی ہے۔ تعلیم گاہیں، سکول و کالج بند ہیں اور فیسیں مانگتے ہیں — اور کیوں نہ مانگیں جبکہ انہوں نے پروفیسروں کو آپ ہی سے لے کر دینی ہے۔

تعلیم مفت ہونی چاہیئے

اصل چیز تو یہ ہے کہ اسلام میں ہر چیز مفت ہے۔ تعلیم مفت اور روزی بیت المال خود مقرر کرتا ہے، مہیا کرتا ہے، ایک شیرخوار سے لے کرکے مرتے دم تک، جیسے یورپ میں بے کاری الاؤنس ہے، بڑھاپے کا الاؤنس ہے، یہ اصل میں اسلام کی تعلیم تھی، لیکن بدقسمتی کہ وہاں تعلیم بالکل مفت ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (پ ۱ س البقرہ ع ۵ آیت ۴۱) میری آیتوں کا تھوڑا مول نہ لو — اور علم کے لئے حکم ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ ط اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ ط طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ ط یعنی اسلام تو مذہب علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم المرتبت صفت علم ہے۔ اس لیے آپ کو نوازا۔ دنیا میں باقی علوم و فنون جو لوگوں کے ہیں وہ تو ذریعۂ معاش ہیں، ہمارا علم جو ہے یہ ذریعۂ نجات ہے۔ اور یہ کتاب و سنت کا علم اوّلاً، باقی سارے علوم فروعی ہیں، یہ بالکل مفت ہونے چاہئیں۔ یورپ میں تو تعلیم ابتداء سے انتہا تک مفت۔ اور تو اور مشرقی یورپ میں چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تعلیم مفت ہے۔ حتیٰ کہ سعودی عرب اور مصر میں اوّل تا آخر تعلیم مفت ہے بلکہ سعودی عرب میں پڑھنے والوں کو الٹا وظائف دئے جاتے ہیں۔ بہر حال اس ملک میں اتنا تو ہونا چاہیئے کہ جو مستحق ہیں کم از کم ان کی ہی تعلیم مفت ہو۔ بہتر تو یہی ہے کہ عوام و خواص سب کے لئے تعلیم حکومت کے روپے پر ہونی چاہیئے اور جو جائز اسلامی ٹیکس ہیں انہیں مقدّم رکھنا چاہیئے باقی جو ضرورت ہو تو ہنگامی ٹیکس جتنے اسلام نے لئے ہیں آپ بھی لے سکتے ہیں۔ آخر صدّیق اکبرؓ نے، عمر فاروقؓ نے سارا اثاثہ اور آدھا اثاثہ نذرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کر دیا تھا مسلمانوں کے لئے؟

اپنی غلطی کا خمیازہ

تو اس لئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ "خود کردہ را علاجے نیست" مجھے اور آپ کو آج یہ روزِ بد کیوں دیکھنا پڑ رہا ہے؟ کہ ہم نے غلط چناؤ کیا، غلط ووٹ دئے، اپنا انتخاب کا حق غلط استعمال کیا، لیکن جب تک صحیح راستے پر ہم خود نہ پڑیں گے، اپنی رائے کا صحیح استعمال نہ کریں گے، اس وقت تک اصلاحِ معاشرہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ دیکھئے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک غنڈے بدمعاش ہی بی ڈی ممبر بنے، وہ ہی چیئرمین بنے، شریف کوئی آیا ہی نہیں آگے، شریف کبھی کہہ نہیں سکتا کہ مجھے کھڑا کر دو، مجھے ووٹ دو۔ اس سے زیادہ تو نااہل ہی کوئی نہیں، سب سے بڑا اہل وہ ہے جو کہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، میں اس کے لائق نہیں ہوں۔ دیکھئے امام ابو حنیفہؒ کو قاضی القضاۃ بناتے ہیں اور وہ اس عہدے کے لئے تیار نہیں، حالانکہ ان سے بڑھ کر اس عہدے کی اہمیت کو محسوس کرنے والا کوئی نہیں۔ یہی تو ہے ع

نزدیکاں رابیش بود حیرانی

تبھی تو وہ قبول نہیں کرتے اور جو قبول کرتے ہیں تو دراصل ان کو اس عہدے کی ذمہ داریوں کا احساس ہی نہیں۔ احساس ہو تو قریب نہ پھٹکیں، وہ ہزار بار توبہ کریں کہ یااللہ! اس ذمے داری سے بچا۔ کیوں؟ کہ نیکی ہو جاتے تو وہ تو انشاء اللہ ہو ہی گئی۔ لیکن اگر خدانخواستہ غلطی ہو جاتے تو پکڑا جائے انسان، بازپرس ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ انسان پکڑ دھکڑ کا جواب ہی صحیح نہ دے سکے اور الٹا اپنے لئے وبال مول لے لے۔ یہی خطرہ ہم سب کو ہے کہ نیکی ہو جاتے، ٹھیک ہو جاتے، درست ہو جائے تو کوئی نہیں، اگر خدانخواستہ ذرا سی غلطی ہو جائے، ظلم ہو جائے تو نتائج کتنے ہولناک نکلتے ہیں؟

صدرِ پاکستان کے وعدے

اب میں کہتا ہوں کہ ایک وہ وقت تھا کہ ہمارے صدر صاحب کہتے تھے کہ سفید کاغذ پہ دستخط کرا لو اور جو چاہو شریعت کے احکام نافذ کر دو لیکن ان دس سالوں میں آپ نے دیکھا اُس کا کیا حشر ہوا؟ اب پھر کہتے ہیں کہ کتاب و سنت کا جو حکم بنے آنکھیں بند کرکے دستخط کرنے کو تیار ہوں لیکن وہ ساتھ شرط یہ بھی لگاتے ہیں کہ پہلے سارے مسلک کے علماء ملیں (جو قیامت تک نہ ہوگا) پھر وہ ایک قانون و دستور وضع کریں۔ پھر وکیل اور جج اس پر مہر تصدیق لگائیں، پھر ملک کا ہر باشندہ اس کو تسلیم کرے، تب کہیں جا کر جناب اس پر دستخط کریں۔

ہم تو اسلام کے لئے کٹ مریں گے

میں یہ پوچھتا ہوں کہ خدا اور رسولؐ نے جب اسلام ہمیں دے دیا — اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (پ ۶ س المائدہ ع ۱ آیت ۳) اللہ نے دینِ اسلام کو ہمارے لئے پسند کر لیا۔ اس کے بعد کوئی مانے نہ مانے بھئی، ہم تو اس اسلام کے لئے کٹ مریں گے، وہی اسلام ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے، اُسی اسلام کی خاطر جیتے ہیں، اسی اسلام کی خاطر مرتے

ہیں۔ اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہِ کل کو آکر کے کمیونسٹ کہیں کہ جی ہم تو اس کو نہیں مانتے، تو کیا ہم بھی چھوڑ دیں گے اس کو؟ اگر دنیا کی اکثریت پر ہی جایا جائے تو دنیا تو کفر اور شرک میں مبتلا ہے، کیمونزم میں مبتلا ہے۔ تو کیا ان کی خاطر دین کو چھوڑ دیں گے آپ؟ اس کے لئے ہمیں کسی کے صاد کی، کسی کے تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کو تسلیم کرنا ہے وہ پاکستان میں رہے۔ جس کو تسلیم نہیں کرنا وہ پاکستان سے باہر ہو جائے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں، وہ کفر کا اعلان کر دے۔ ہمیں اس کے مسلمان رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

دو ٹوک بات

اندازہ لگائیے جسٹس کارنیلیس اور جوشوا فضل دین عیسائی ہوتے ہوتے اسلام کی دہائی دیں اور مسلمان کہتے ہیں کہ ہم تو کمیونزم پر عمل کرتے ہیں۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے! وہ کمیونزم کے لئے مرے جا رہے ہیں، یہ اسلام کے لئے مرے جا رہے ہیں۔ کیا عرض کروں ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

رسوائی کے بعد جا کر کے، ذلت کے بعد جا کر کے قبول کریں گے۔ بہرحال اسلام نے کہا ہے اُدخُلُوا فِی السِّلمِ کَآفَّۃً (پ ۲ س البقرہ ع ۲۵- آیت ۲۸) اگر مسلمان بنتے ہو تو اللہ کا دستور، اللہ کا قانون، نبیؐ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اللہ و رسولؐ کے احکام کو آنکھیں بند کر کے مانو — کیوں؟ کہ یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ۔ کہ ایمان بالغیب آپ کا معتبر ہو، اور اگر یہودیوں کی طرح کہتے ہو نَرَی اللّٰہَ جَھرَۃً (پ ۱ س البقرہ ع ۶- آیت ۵۵) پہلے ہمیں دکھا پھر مانیں گے، تو پھر تو یہ "یہودیانہ اسلام" ہے "یہودیانہ ایمان" ہے۔ اسلام کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ بہرحال دو ٹوک بات ہے۔ جس کو اسلام قبول کرنا ہے، قرآن موجود ہے، چودہ سو سال سے اس پہ عمل ہو رہا ہے۔ بلکہ جس دن سے انسان دنیا کے اندر آیا ہے۔ نبیؐ یہی پیغام ہدایت لے کر آئے۔ کسی کو نہیں ماننا، وہ اسلام سے انکار کر دے، پاکستان سے الگ ہو جائے۔ اگر شرابیں ہی پینی ہیں، بدمعاشی اور عیاشی ہی کرنی ہے اور اسلام اس لئے قبول نہیں کرتے تو پھر اسلام ان کے ساتھ کسی قسم کے سمجھوتے کے لئے تیار نہیں ہے۔

مسلمانوں کی بے غیرتی کی انتہا

ہم تو آنکھیں بند کر کے اس قرآن کو مانتے ہیں جس کے لئے اتنی بڑی قربانیاں ہمارے عوام نے دیں، خواص نے دیں، علماء صدیوں سے جیلوں میں سڑ رہے ہیں اور بچاری لاکھوں آپ کی بہنیں مشرقی پنجاب میں ناجائز بچے جن کے بیٹھی ہوئی ہیں (آپ کے بھانجے بھتیجے) اور ہمیں شرم نہیں آتی۔ کہ اب تک جس مقصد کے لئے اتنی عظیم قربانی دی، ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کو ہندوستان میں چھوڑ کے آئے تھے آج گیارہ کروڑ ہو گئے — گیارہ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی گردنوں پہ تلوار اس لئے لٹک رہی ہے کہ انہوں کے حق میں ووٹ دے دیا۔ پھر بھی "پاکستان" یہاں نہ بنے تو میں کیا عرض کروں؟ اس کے بعد تو ہم پر جتنی بھی لعنت ملامت کی جائے کم ہے۔ آئندہ نسلیں بھی لعنتیں بھیجیں گی، خدا کو کیا جواب دیں گے؟

پاکستان میں اسلام کے سوا اور کوئی اِزم نافذ نہیں ہو سکتا

پھر خدا تعالےٰ نے تو یہی کہنا ہے وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰکِن کَانُوا اَنفُسَھُم یَظلِمُونَ ○ تمہیں اللہ نے حکومتیں دیں، سلطنتیں دیں، اپنے مطلب کے دیندار نمائندے منتخب کرو۔ اس ملک کی قسمت بدل جائے، نہ کوئی ظلم ہو، نہ زیادتی ہو، نہ غنڈہ گردی ہو، نہ کسی غنڈے کو جرأت ہو۔ اگر آپ نے غنڈوں کو ووٹ دئے تو پھر خیر کی امید کیسے ہو سکتی ہے؟ قاتلوں اور زانیوں کو ووٹ دئے، شرابیوں کو ووٹ دئے اور پھر یہ ہے کہ انگلینڈ ریٹرنڈ لوگوں کو ووٹ دینے کی کوشش کی —— آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خیر خواہوں کو ووٹ دیں، سچے اسلام پسندوں کو ووٹ دیں۔ بات ہی کچھ اور ہو جائے۔ لیکن دینداروں کو ووٹ دیں گے تو انشاء اللہ وہ دغا نہیں دیں گے، فریب نہیں دیں گے اور پھر جن کی شکلیں صورتیں اور پچھلا عمل آپ کے سامنے ہے، اور اگر غلطی کریں تو آپ اسی وقت ان سے بازپرس کر سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ مخالف ہو گئے ہیں تو صدر جمہوریہ بلکہ ساری کیبنٹ کو جھکنا پڑ گیا۔ اگر آپ نہ چاہیں تو کیسے ہو سکتا ہے! دیکھئے نا۔ آپ نے ذرا آواز بلند کی اور انہوں نے گھٹنے ٹیک دئے۔ اسی طرح اگر آپ اسلام کے لئے کہیں کہ نافذ کریں تو ہم عمل کریں گے ورنہ کوئی قانون ہم نہیں مانتے، دنیا کی کوئی طاقت ہے کہ یہاں پہ اسلام کے سوا کوئی اِزم یا کوئی قانون نافذ کر سکے؟

جو اسلام سے نفور ہے ہم اس سے نفور ہیں

ہماری نیت بخیر ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتے ہیں۔ ہم اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو غالب اور برتر دیکھنا چاہتے ہیں، اسی کی خاطر جینا چاہتے ہیں، اسی کی خاطر مرنا چاہتے ہیں۔ اس راستے میں موت آ جائے تو اس سے بڑی شہادت ہی کوئی نہیں اور اس راستے میں اگر جئیں بھی تو میں کہتا ہوں یہ آپ کا جینا بھی عبادت ہے، آپ کا ایک ایک قدم اٹھنا عبادت ہے۔ آپ کا سونا جاگنا بھی عبادت ہے۔ اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہِ میری دعا یہی ہے کہ مجھے اور آپ کو اگر اللہ تعالیٰ موت دے تو اسلام کے لئے دے، زندہ رکھے تو اسلام کے لئے زندہ رکھے، اور جن کو اسلام سے غرض نہیں ہے، ہمارا ان سے کوئی رشتہ ناطہ یا دوستی نہیں ہے ہماری دوستی اللہ کے لئے ہے۔ ہم اللہ کی رضا کے لئے جیتے ہیں، اللہ کی

ایک غلط اشتہار کی تردید

مورخہ ۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو شیخوپورہ میں ایک جلسہ پیر محمد اسلم کی صدارت میں منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد عیسیٰ میاں علی دلے، غازی سلطان محمود اور سید امین گیلانی شریک ہو رہے ہیں۔ اس جلسہ کے داعیان میں راقم الحروف (مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور) کا نام بھی کسی اطلاع یا اجازت کے بغیر انجمن اصلاح المسلمین کے اراکین نے شائع کیا ہے۔ حالانکہ راقم آثم کا نہ اس جلسہ سے کوئی تعلق ہے اور نہ اس کا پروگرام ہی اطلاع اور مشورہ سے ہوا۔ اور نہ ہی میری کسی قسم کی وابستگی مذکورہ بالا انجمن سے ہے۔ (مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور)

رضا کے لئے مرتے ہیں۔ جو ہمارا ہے وہ اللہ اور رسولؐ کے قانون کو اس ملک میں نافذ کرنا اور دیکھنا چاہتا ہے اور جس کو اس سے غرض نہیں پھر وہ ہمارا بھی نہیں، چاہے اپنا بھائی عزیز بھائی بند ہی کیوں نہ ہو سے

پسر نوحؑ با بداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

پوت، سپوت اور کپوت

اللہ کے نبیؑ کا بیٹا غلط کار ہے تو اس کو الگ کر دیا۔ ایک کتا نیکوں کے ساتھ لگ گیا تو وہ بھی نیک ہو گیا۔ سو اس لئے اللہ تعالےٰ ہمیں اسلام کا کتا ہی بنا لے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسلام ہی کی خاطر جینے اور مرنے کی توفیق دے ہمیں ایسے پسر نوحؑ بننے کی ضرورت نہیں کہ ہو تو بیٹا نبی کا لیکن باپ کے نقش قدم پر نہ ہو، وہ بیٹا الٹا باپ کے لئے وبال جان ہے۔ باپ کو عذاب میں مبتلا کرانے والا ہے۔ اس بیٹے کو کپوت کہا جاتا ہے۔ سپوت وہ ہے جو ماں باپ کی عزت کو اور آگے بڑھائے، اسلام کی عزت کو چار چاند لگائے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس ملک کا، وطن کا، اسلام کا، پاکستان کا ثبوت بنائے، کم از کم کپوت بننے سے اللہ تعالےٰ بچائے، پوت ہی بنا دے۔ یعنی کم از کم عزت بڑھا نہیں سکتے تو باقی تو رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سو اللہ تعالےٰ آپ کی عمریں طویل فرمائے۔ آپ کو اس ملک میں اللہ تعالےٰ اپنا قانون نافذ کرنے کی توفیق دے۔ جد و جہد کی عملاً توفیق دے اللہ تعالےٰ اس وقت اٹھائے جب ہم خوشخبریاں آپ کو دیں، دیکھ کرکے، سن کرکے اور ان پر عمل کرکے جائیں، اور اللہ تعالےٰ آپ کی آئندہ نسلوں کو اسلام نصیب فرمائے۔ بہرحال بات یہی ہے۔ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٥ قرآن میں اللہ نے سچ فرمایا کہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کبھی ظلم نہیں کرتے، انسان خود ظلم کرتا ہے۔ غلط آدمی مقرر کریں گے، یہی کچھ ہوگا، غلط ووٹ دیں گے، اس کے نتائج یہی نکلیں گے کہ غنڈے، بدمعاش ہی آگے آئیں گے، پھر نہ کسی کی عزت محفوظ، نہ کسی کی جان محفوظ، نہ کسی کا مال محفوظ، سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی ناراض ہو جائیں گے۔ اگر آپ دین کو چھوڑ دیں گے تو اللہ کا رسولؐ آپ کی سفارش نہیں کرے گا۔

دعا

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری التجاؤں کو قبول فرمائے رد نہ فرمائے، جب تک زندہ رکھے اپنی یاد کے ساتھ زندہ رکھے اور اٹھائے تو ایمانِ کامل کے ساتھ اٹھائے، ہم سب کا انجام انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کے ساتھ فرمائے۔ اللہ تعالےٰ علماء حق اور اسلام پسند جماعتوں کی مساعیٔ جمیلہ کو شرفِ قبول سے نواز کر پاکستان میں کتاب و سنت کے قوانین جلد جاری فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

کی بھلائیاں نصیب ہو سکتی ہیں — اور نبیؐ رحمت کی یہ امت سارے عالم کے لئے رحمت ثابت ہو سکتی ہے۔

یاد رکھئے! امت درحقیقت وہی ہے جو "خیر امت" ہو جو "خیر امت" نہیں وہ امت ہی نہیں۔ خوب جان لو کہ ظالم، رشوت خور، زانی، شرابی اور اس قماش کے امتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھری امت ہرگز نہیں ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دھبہ ہیں — اللہ تعالیٰ ہم سب کو کھرے امتی بننے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلامی معاشرت کا چلتا پھرتا نمونہ بنائے۔ آمین

بقیہ: ایک دلچسپ واقعہ

"اے سونے والے تو سو رہا ہے اور اندھیروں میں رب جلیل ہر برائی سے تیری حفاظت فرماتا ہے اس بادشاہ سے آنکھیں کیسے بند رہتی ہیں۔ جس سے تجھے ہزارہا فوائد پہنچتے ہیں۔" وہ نوجوان

وہ نوجوان جب جاگا تو ذوالنون رحؒ نے سارا قصہ بیان کیا اور وہ اس قدر متاثر ہوا کہ جملہ معاصی سے تائب ہو کر چیخا اور وہیں جان دے دی (حیٰوۃ الحیوان)

دعائے مغفرت

شیخ محمد باقر صاحب شالامار ٹاؤن لاہور کی والدہ صاحبہ انتقال فرما گئی ہیں۔ قارئین کرام ان کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔

انتقال پر ملال

ناظم اعلیٰ اوقاف مسٹر محمد مسعود کے برادر عزیز جناب محمود احمد گذشتہ سوموار کراچی میں اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم اس برصغیر پاک و ہند کے نامور طبیب شمس الحکماء حکیم غلام جیلانی مرحوم صاحبِ "مخزن الحکمت" کے فرزند ارجمند اور اپنی گوناگوں خوبیوں کے باعث حلقۂ احباب میں بے حد مقبول تھے۔

ہم اس صدمہ میں مسعود صاحب، ان کے خاندان اور مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین! (ادارہ)

دار العلوم ربانیہ کا جلسہ

بتاریخ ۲۵، ۲۶، ۲۷ رذی الحج مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷ر مارچ بروز ہفتہ اتوار اور سوموار منعقد ہو رہا ہے جس میں مولانا خیر محمد مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان، مولانا مفتی محمود سابق ایم این اے، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبد القادر آزاد، ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور اور دیگر علماء کرام شریک ہوں گے۔

(حسن علی ربانی ناظم دار العلوم ربانیہ ضلع لائلپور)

بچوں کا صفحہ

اچھے کاموں کی تلقین

شفیق الرحمٰن کیلانی، دارالسلام روسن پورہ لاہور

آج کل دنیا میں گناہ اور جرائم کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ لوگ دھڑا دھڑ جرم کرتے ہیں اور پھر اس جرم کا اقبال بھی نہیں کرتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم لوگ اسلام کو بھول چکے ہیں۔ جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں احکام بتائے تھے۔ ہم انہیں بھلا کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔ مثلاً بہت سے لوگ سود، رشوت، جھوٹ بولنا، خود غرضی، غیبت، چغل خوری، بہتان طرازی، افواہ پھیلانا، جوا، شراب پینا اور دوسرے نہ جانے کتنے گناہوں میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے متعلق فرمایا:۔

"سود کے ستر حصے ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔"

جھوٹ بولنا جھوٹ بولنا بھی عام ہو چکا ہے۔ یہ ایک منافق کی نشانی ہے کہ وہ باتیں کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ مَنْ کَثُرَ کَلَامُہٗ کَثُرَ خَطَاؤُہٗ۔

ترجمہ: جس شخص کی جتنی زیادہ باتیں ہوں گی۔ اتنی ہی اس کی خطائیں اور گناہ زیادہ ہوں گے۔"

ایک مرتبہ فرمایا۔ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ۔

ترجمہ: "سچائی (آدمی کو) نجات دلاتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کرتا ہے۔"

ایک مرتبہ خود غرضی کے بارے میں فرمایا "جس شخص کو اپنے مسلمان کے غم کا خیال نہیں، وہ مسلمان نہیں۔"

نیز فرمایا۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔

ترجمہ۔ تم میں سے وہ شخص مومن نہیں۔ یہاں تک کہ (اس کی یہ حالت ہو جائے کہ) وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

یعنی اگر تم پسند کرتے ہو کہ میں سیب کھاؤں تو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو۔ یعنی اسے بھی اپنے حصے سے سیب دے دو۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس مصیبت سے بچ جاؤں تو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کریں۔ یعنی اگر وہ بھی آپ جیسی کسی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے تو اسے بھی اس مصیبت سے نکالیں۔ غرضیکہ خود غرضی کا مکمل خاتمہ کریں۔

غیبت کرنا بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ دوسرے کی غیبت کرتے پھرتے ہیں۔ ادھر اس شخص کا کوئی عیب دیکھا اور ادھر اس شخص کے اس عیب کا ذکر کسی دوسرے آدمی سے کر دیا تاکہ وہ لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو۔ یہی غیبت ہے اور بعض لوگ تو کسی کے ذمے خواہ مخواہ کوئی نہ کوئی الزام دھرتے رہتے ہیں۔ خواہ اس نے وہ کام کیا ہو یا نہ کیا ہو —— یہی بہتان طرازی ہے۔ حدیثوں میں اس کی تعریف یوں ہی آئی ہے۔ قرآن کریم نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف کہا ہے۔ قرآن پاک نے فرمایا ہے:۔

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ——

کہ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا لے؟ (یعنی غیبت کرے؟ یقیناً نہیں) وہ اس کو سخت ناپسند کرے گا۔ اس لئے انگریزی میں اس کو بیک بائٹنگ کہتے ہیں۔ یعنی اس کے لفظی معنی بنتے ہیں "کسی کو اس کی پیٹھ پیچھے سے کاٹنا"۔ اور اس کے مرادی معنے "غیبت" کے ہیں۔ گویا "غیبت ہی سے مراد کسی مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے" کا ایک ثبوت انگریزی زبان سے بھی مل گیا۔

بہتان طرازی قرآن کریم میں بہتان طرازی کے متعلق بھی سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ اس جرم کے کرنے والوں کو سخت الفاظ سے ڈرایا ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ ان جرائم کے ارتکاب سے باز نہیں آتے اور اگر ہم لوگ یہ جرائم کر کے اپنی غلطی مان لیں اور سمجھ لیں کہ ہم نے جرم کیا ہے۔ تو پھر کچھ بات بن سکتی ہے، جرم پر کچھ پردہ پوشی ہو سکتی ہے، سزا کچھ کم ہو سکتی ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

محمد شفیع جھلاروفت، ملتان

حضرت ذوالنون مصریؒ ایک مرتبہ دریا کے کنارے کپڑے دھونے کو گئے۔ تو ایک عظیم الجثہ بچھو دیکھا جو دریا ہی کی طرف جا رہا تھا۔ حضرت ذوالنونؒ اسے دیکھ کر خدا کی پناہ طلب کرنے لگے اور اس کے پیچھے پیچھے ہوتے، وہ بچھو جب دریا کے کنارے پہنچا تو دریا سے ایک بڑا مینڈک باہر آیا۔ بچھو فوراً اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ اور مینڈک اسے لے کر دریا عبور کرنے لگا۔ حضرت ذوالنونؒ یہ منظر دیکھ کر واقعہ معلوم کرنے کے لئے خود بھی دریا میں کود پڑے اور بچھو اور مینڈک کے پیچھے پیچھے یہ بھی دوسرے کنارے پر جا پہنچے۔ کنارے پر جا کر بچھو مینڈک کی پشت سے اتر گیا اور آگے بڑھا۔ حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں۔ وہاں ایک درخت کے نیچے ایک شخص سو رہا تھا جو شراب کے نشے میں مخمور تھا۔ درخت بڑا گھنا تھا۔ بچھو اس نوجوان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس درخت پر سے ایک زبردست اژدھا بھی اسی نوجوان کی تاک میں اتر رہا تھا۔ اژدھا درخت سے اتر کر نوجوان پر حملہ کرنے ہی کو تھا کہ بچھو فوراً پہنچ گیا اور اس اژدہا کو کاٹ لیا۔ اژدھا وہیں مر گیا اور بچھو واپس آ گیا۔ گویا اس مرد عاصی کی حفاظت کے لئے خدا نے اتنی دور سے اس بچھو کو بھیجا تھا۔ ذوالنونؒ نے اس موقع پر ایک رباعی کہی۔ جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵
چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱ ۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۸۱۲-۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔